در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

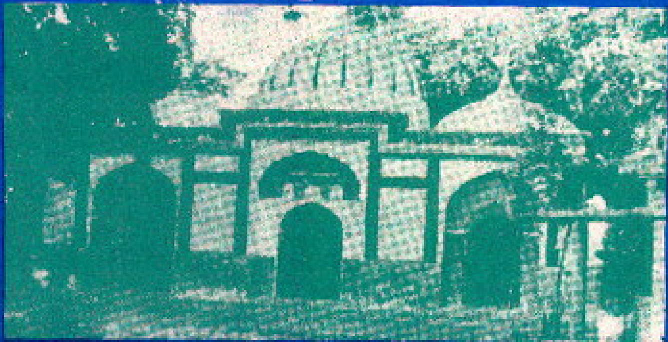

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۴۳-۲۴۴ جلد نمبر ۲۱

یکم تا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۲ء شوال ۱۴۲۳ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

سعدی علیہ الرحمۃ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۳
۲	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	اقبال عظیم	۵
۳	خطبات الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۶
۴	شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے آئینہ میں	صوفی مشتاق احمد صدیقی	۱۶
۵	نعت رسول مقبول	ڈاکٹر خالد عباس الاسدی	۲۸
۶	نوجوانوں کے نام پیغام	سید حامد حسن بلگرامی	۲۹
۷	نسیما جانب بطحا گذر کن	علاؤالدین عدیم	۳۹
۸	غزل	محسن احسان	۴۳
۹	ماحولیاتی آلودگی کیا ہے؟	کرن	۴۴
۱۰	اقبال اور پاکستان	پروفیسر غلام مصطفیٰ	۵۰
۱۱	غزل	خلیل الرحمٰن اعظمی	۵۳
۱۲	مکتوب	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	۵۴
۱۳	مکتوب	علامہ محمد منشاء تابش قصوری	۵۵
۱۴	مکتوب	سید اشرف بخاری	۵۷
۱۵	مکتوب	محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری	۵۸
۱۶	قطعات تاریخ اشاعت "دس سالہ اشاریہ"	محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری	۵۹
۱۷	الحسن کی دینی خدمات	محمد ایوب بہائی	۶۱
۱۸	تبصرہ بر "دس سالہ اشاریہ"	علاؤالدین عدیم	۶۴

شذرہ

وطن کی فکر کرناداں۔۔۔

اقبال ریاض

حالات کچھ اس سطح پر آپہنچے ہیں کہ پوری دنیا کشمکش میں مبتلا نظر آتی ہے خصوصاً عالم اسلام کی بے چینی تو کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور اس صورتحال کا سب سے بڑا ذمہ دار امریکہ ہے جو اپنی طاقت کے بل بوتے پر اپنے مفادات اور دنیا پر حکمرانی کے شوق میں لاکھوں انسانی جانوں کو خون میں نہلا کر دنیا کے امن کو تہہ وبالا کر دینا چاہتا ہے۔ تقریباً بارہ برس قبل سنیئر بُش نے ایک سازش کے تحت کویت پر حملے کی آڑ میں عراق کو زیروزبر کر ڈالا تھا اور اب جونیئر بُش افغانستان کو کھنڈر بنا کر ایک بار پھر عراق کو لہورنگ کرنے کیلئے پر تول رہا ہے مگر عالم اسلام ہے کہ خطرے کو سامنے دیکھ کر بھی بیدار ہوتا نظر نہیں آتا۔ ہر کسی کو اپنے اپنے مفاد اور اقتدار کی پڑی ہے حالانکہ امریکہ شمالی کوریا کے ساتھ ایران اور عراق کو بھی برائی کا محور قرار دے چکا ہے اور بھارت جسے امریکہ اور اسرئیل دونوں کی آشیرباد حاصل ہے اپنے منصوبے اور بے پناہ پروپیگنڈے کے ذریعہ پاکستان پر مقبوضہ کشمیر میں دہشتگردی کی پشت پناہی کے الزامات عائد کر رہا ہے اگرچہ پاکستان نے اس مذموم بھارتی پروپیگنڈے اور الزام کی پرزور تردید کی ہے لیکن بھارت ہٹلر کے وزیر گوئبلز کی طرح جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے بار بار اپنا الزام دہراتا ہے اور جدوجہد آزادی کو دہشتگردی کا نام دے رہا ہے جبکہ مقبوضہ کشمیر میں شہید ہونے والے ہزاروں کشمیریوں کے قبرستانوں کو کوئی نہیں دیکھتا۔

خدا کا شکر ہے کہ وزارت خارجہ کو بھی اب بھارتی پروپیگنڈے کا مثبت اور کھل کر جواب

دینے کا احساس پیدا ہوا ہے لیکن اس سلسلہ میں بھرپور جدوجہد اور عمل کی ضرورت ہے تاکہ دنیا کو بھارت کے قول و فعل کے علاوہ اس کا اصل چہرہ بھی دکھایا جا سکے۔ اس معاملے میں اب مزید کوتاہی یا تساہل کی گنجائش نظر نہیں آتی خصوصاً میڈیا کے ارباب اختیار کو اپنی پالیسی پر غور کرنا چاہئے جس کے نتیجہ میں ٹی وی والے حالات کی پرواہ کئے بغیر فحش مناظر اور ناچ گانوں کو ہی قوم کے درد کی دوا سمجھ رہے ہیں اور یہ جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کی جا رہی کہ درپیش خطرات کا مقابلہ طاؤس و رباب سے ہونا مشکل ہے بلکہ تدبر کے علاوہ شمشیر و سناں کو اس سلسلہ میں اول حیثیت حاصل ہے۔ زندہ قوموں کو منڈلاتے خطرات دیکھتے ہوئے بھی عیش و آرام زیب نہیں دیتے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہم نے صدیوں کی تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھا، نہ تو سات سو سال کی حکومت کے بعد ہسپانیہ کا المیہ ہمیں اپنی غلطیوں کے ازالے کا سبق دے سکا ہے اور نہ بغداد میں ہلاکو کا قتل عام ہی ہمیں اسلام کے ان اصولوں پر گامزن رہنے کا احساس دلا سکا ہے جس کے پیش نظر انہوں نے ایک باوقار قوم کا مقام حاصل کر لیا تھا۔ وقت کا تقاضا ہے کہ حالات کا جلد اور صحیح طور پر ادراک کیا جائے اور آنکھیں بند رکھنے کی بجائے آنے والے خطرات کے پیش نظر قوم کو تیار کیا جائے۔ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے کہ بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے جو موقع ملتے ہیں ہمارے وطن عزیز پر وار کرنے سے ہرگز گریز نہیں کرے گا جبکہ اہل وطن کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وطن سلامت ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اقبال عظیم

کعبے سے اٹھیں جھوم کے رحمت کی گھٹائیں
مقبول ہوئیں تشنہ نصیبوں کی دعائیں

والنجم کے پرتو سے چراغاں ہے فلک پر
والشمس کے جلووں سے منور ہیں فضائیں

لولاک کے نغموں سے فضا گونج رہی ہے
واللیل کی خوشبو سے معطر ہیں ہوائیں

اک مہر جہاں تاب ابھرتا ہے حرم سے
اب جھوٹے خدا اپنے چراغوں کو بجھائیں

آتی ہے شہنشاہ شفاعت کی سواری
شاداں ہیں خطاکار تو نازاں ہیں خطائیں

اس در کے غلاموں کی ہے افتاد فقیری
راس آتی ہیں ان کو یہ عبائیں نہ قبائیں

ہم حلقہ بگوشان در مصطفوی ہیں
ہم اور کسی در پر جبیں کیسے جھکائیں

میں عازم طیبہ ہوں مجھے کوئی نہ روکے
کہہ دو کہ حوادث مرے رستے میں نہ آئیں

میں کیا کروں مجبور ہوں بے تابی دل سے
میں گرم سفر ہوں وہ بلائیں نہ بلائیں

وہ بھی نہ سنیں گے تو بھلا کون سنے گا
افسانہ غم اور کے جا کے سنائیں

بس خاک کف پائے محمد کی طلب ہے
اقبال کا مقصود دوائیں نہ دعائیں

خطبات الحسنیہ

مومنین کی صفات---نماز قائم کرنا

مدیر اعلیٰ

مرتبہ: حاجی منظور الٰہی قادری

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم--- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الٓمّٓo ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَoالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَo

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (احزاب ۴۰) اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب ۵۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ. اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ. اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا | عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ
ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ | لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ | وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمٖ

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ط وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ط وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ مجھے بھی اور آپ کو بھی اپنا پاک کلام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے پیارے محبوب شفیع المذنبین رحمت للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پچھلے کئی جمعوں سے انہیں آیات کا ترجمہ بیان کر رہا ہوں۔ اللہ جل جلالہ نے اپنی کتاب

قرآن حکیم کے شروع میں مومن کی تعریف بیان فرمائی، متقی کی تعریف بیان فرمائی اور علامتیں بیان فرمائیں جو اللہ جل جلالہ سے ڈرنے والے ہیں، متقی ہیں، پرہیزگار ہیں ان کی صفتیں کیا ہیں؟

چنانچہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، وہ نماز قائم کرنے والے ہیں۔ اس سے پہلے میں نے نماز کی فضیلتیں، نماز کے احکام آپ کے سامنے بیان کئے۔ اللہ جل جلالہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ یہ نماز تحفہ معراج ہے اور معراج مبارک کی رات ستائیس رجب المرجب ہے، نبوت کا بارھواں سال، اعلان نبوت کے بعد تیرہ برس حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ میں گزارے اور دس برس اور کچھ مہینے کچھ دن حضور ﷺ نے مدینہ میں گزارے۔ یہ مکی زندگی حضور پاک ﷺ کی جو تیرہ برس پر مشتمل ہے مکہ مکرمہ میں، اس کو سالوں کے اعتبار سے ہم کہتے ہیں نبوت کے برس اور جب تیرہ برس کے بعد حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی مدینہ منورہ میں تو اس وقت سے سن ہجری شروع ہوتی ہے اور اس کے جتنے برس ہیں ہم سن ہجری کے اعتبار سے بیان کرتے ہیں۔ تو بارھواں برس نبوت کا یعنی حضور ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو اس کا بارھواں برس رجب کا مہینہ تھا۔ ستائیسویں رات تھی اور پیارے محبوب مکہ مکرمہ میں اپنی چچازاد بہن ام ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے--- اللہ تعالیٰ آپ سب کو مکہ مکرمہ کی زیارت نصیب فرمائے اور بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب فرمائے--- آمین۔ بہت بزرگ جگہ ہے، دنیا میں اس سے اونچی جگہ کوئی نہیں، عبادت کے اعتبار سے، برکت کے اعتبار سے، فضیلت کے اعتبار سے بیت اللہ شریف سے بڑھ کر کوئی جگہ دنیا میں نہیں۔ جہاں ایک نماز پڑھو تو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے، کتنی برکت کی جگہ ہے۔ ایک نفل پڑھو تو ایک لاکھ نوافل کا ثواب ملتا ہے، اتنی برکت کی جگہ اتنی مبارک جگہ دنیا میں کوئی بھی نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ اس سے زیادہ برکت کی جگہ کوئی ہے تو جھوٹ بولتا ہے، شریعت پر تہمت لگاتا ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ یہاں ایک لاکھ کا ثواب ہے اور جب تم میری مسجد میں نماز پڑھو یعنی مسجد نبوی میں تو فرمایا، ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک ہزار نماز کا ثواب اور دوسری روایت میں آتا ہے کہ پانچ ہزار نماز کا ثواب جبکہ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ پچاس ہزار نماز کا ثواب ہے۔ گویا جہاں حضور ﷺ کی مسجد ہے جہاں

حضور تشریف فرما ہیں فضیلت اور برکت کے اعتبار سے بیت اللہ شریف کے بعد دوسرے نمبر پر ہے لیکن آج کل دین کے نام پر دھوکہ دیا جارہا ہے۔ مسلمانوں کو فریب دیا جارہا ہے کہ فلاں جگہ نماز پڑھو تو انچاس کروڑ کا ثواب ملتا ہے، یہ سب فریب ہے، دھوکہ ہے، شریعت کے نام پر تہمت ہے، شریعت کے خلاف ہے۔

یہاں (جامع مسجد حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ) میں آپ نماز پڑھتے ہیں جماعت کے ساتھ، یہ بڑی بزرگ جگہ ہے اور اولیاء کرام کا مسکن ہے، قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کے ولی تشریف فرما ہیں، انکی قبور ہیں اور ایسی جگہ اشرف الاولیاء، جناب حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے اور یہ مسجد آپ نے خود حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر بنائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں یہاں آیا کچھ بھی نہیں تھا، ایک باغ تھا میں نے اس جگہ کو پسند کیا، فرمایا رات کو میں سویا، میں نے دیکھا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ یہاں تشریف لائے، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں عصا مبارک ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حسن! میرے بیٹے! یہاں تمہاری مسجد کا تالاب ہوگا، یہاں تمہاری مسجد ہوگی اور یہاں تمہارا مکان ہوگا اور یہاں تمہاری قبر ہوگی --- اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اب دیکھئے کتنی فضیلت کی جگہ ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ جس کی نشاندہی کریں اور جناب سید حسن صاحب جہاں عبادت کریں، آج تک جہاں عبادت ہورہی ہو اب اس سے بڑی مسجد اور مقام کیا ہوسکتا ہے لیکن شریعت کے اعتبار سے اگر آپ نے یہاں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو ایک نماز کے بدلے میں ستائیس نماز کا ثواب ملے گا، یہاں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب نہیں مل سکتا ہے اور نہ ایک لاکھ کا ثواب مل سکتا ہے۔ شریعت کا حکم اپنی جگہ پر قائم ہے۔ کون ہے جو شریعت سے سرتابی کرے، کون ہے جو شریعت سے منہ موڑے؟ پھر یہ کہے جو یہاں نماز پڑھتا ہے اسے دس ہزار نماز کا ثواب ملے گا۔ شریعت کے اندر جو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اسے ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے مگر آپ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھتے ہیں تو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اگر بیت اللہ شریف

میں نماز پڑھتے ہیں تو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے بس اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ یاد رکھو کہ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں جا کر با جماعت نماز پڑھو تو وہاں بھی آپ کو ستائیس نمازوں کا ثواب ملے گا، ہاں یہ شریعت کا حکم ہے جو ہمارے لئے سر آنکھوں پر ہے۔

ہماری کتنی ہی عقیدت ہو ایک بزرگ کے ساتھ، ہماری کتنی ہی محبت ہو کسی بزرگ کے ساتھ، ہمارا کتنا ہی پیار ہو کسی کے ساتھ مگر یہ محبت، پیار اور عقیدت سب شریعت کے مطابق ہے تو ٹھیک ہے اگر شریعت کے مطابق نہیں تو صحیح نہیں ہے۔

یہ کیا ہے ہم کسی بزرگ کو سجدہ کریں؟ شریعت منع کرتی ہے، سجدہ کسی کو نہیں سوائے اللہ جل جلالہ و عم نوالہ کے، کسی کے آگے سجدہ نہیں۔ حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں دہلی آیا، اس وقت دہلی کا نام شاہ جہان آباد تھا" فرماتے ہیں "میں وہاں آیا، وہاں میں نے تبلیغ شروع کی، لوگ آئے، مسلمان ہونے لگے مگر میں نے یہ دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کرتے ہیں" حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جن کے قدموں میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں (سید حسن رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ "میں نے دیکھا لوگ پیار اور تعظیم کی وجہ سے سجدہ کرتے ہیں" فرمایا "میں نے آدمی مقرر کئے جو لوگ آئیں ان کو بیٹھنے کا طریقہ سکھاؤ، ان کو اٹھنے کا طریقہ سکھاؤ، ان کو سلام و آداب کا طریقہ سکھاؤ، ان کو اسلام، عزت سکھاؤ، ان کو منع کرو کہ یہ سجدہ نہ کریں اور فرمایا یہ ان کی طبیعتوں میں اتنا رچا ہوا تھا، اتنی رچی ہوئی تھی یہ بات کہ وہ اپنے پنڈتوں کو اپنے بزرگوں کو اسی طرح سجدے کرتے تھے اور یہ عادت ان کے اندر کمال درجہ رچی ہوئی تھی" فرمایا "ہم نے بہت منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے تو میں نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کیا، میں نے کہا حضور میرا جی یہاں نہیں لگتا۔ یہ انسان کی اس طرح تکریم کرتے ہیں جیسی کہ خدا کی تکریم کرنی ہے۔ مجھے حکم ہوا کہ تم پشاور چلے جاؤ۔

آپ غور فرمایئے اس بات پر توجہ کریں اولیاء کرام کے اعمال و افعال پر کہ اولیاء کرام نے توحید سکھائی ہے۔ اولیاء کرام نے توحید کا مقام سکھایا ہے، ادب کا مقام سکھایا ہے، احترام کا مقام سکھایا،

ہماری جتنی بھی عقیدت ہو ایک ولی کے ساتھ، ہمارا جتنا بھی پیار ہو ایک ولی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے بزرگ کے ساتھ، ہمارا جتنا پیار کرنے کا اور تکریم کرنے کا جذبہ ہے وہ سب شریعت کے مطابق ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ ہم شریعت سے آگے گزر کر اس کو اپنا معبود بنالیں اور اس کے آگے سجدے کریں۔ سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے آگے نہیں۔ پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں سجدہ کرنے کا کسی کو حکم دیتا، اگر میں انسان کو انسان کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ لہٰذا ہماری شریعت میں انسان کیلئے نہ تعظیم کا سجدہ ہے اور نہ عبادت کا سجدہ۔ عبادت کا سجدہ ہماری شریعت اسلامیہ میں انسان کے سامنے حرام ہے اور تعظیم کا سجدہ ہماری شریعت اسلامیہ میں گناہ کبیرہ ہے --- حرام نہیں ہے گناہ کبیرہ ہے، یاد رکھئے یہ مسئلہ بہت ضروری ہے!

یہ دین کی باتیں ہیں، سیکھنی چاہئیں تاکہ ہم غلو نہ کر جائیں لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ (المائدہ ۵:۷۷) یعنی اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو (ترجمہ از کنز الایمان) یہودیوں کو اور نصرانیوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہی بات ارشاد فرمائی کہ تم اپنے دین میں ناحق غلو نہ کر جاؤ، حد سے نہ گزر جاؤ۔ شریعت کے مطابق جو کام ہے اسلام کے مطابق وہی کرو۔ مسجد کی تکریم شریعت کے مطابق ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مسجد جو ہے جس میں ہم عبادت کرتے ہیں یہ تین کاموں کیلئے ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا کوئی بات پیارے محبوب ﷺ نے چھوڑی نہیں، فرمایا تین کاموں کیلئے ہے --- جھگڑے کیلئے نہیں، یہ فساد کیلئے نہیں، یہ ڈنڈا ماری کیلئے نہیں ہے۔ آج تو مسجدوں میں پولیس تعین ہو جاتی ہے۔ اتنا فساد ہم کرتے ہیں، کیا احترام کیا ہم نے مسجد کا، کیا عزت کی ہم نے مسجد کی، کہا تین کاموں کیلئے یہ مسجد ہے: للصلوٰۃ فرمایا نماز کیلئے -- کس کیلئے، نماز قائم کرنے کیلئے۔ و تلاوۃ القرآن دوسری بات پیارے محبوب ﷺ نے فرمائی قران پاک پڑھنے کیلئے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر میں بیٹھو اور قرآن پڑھو اور اس نیت سے پڑھو کہ میں اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہوں، یہ مسئلہ بھی آپ کو بتاؤں۔ ہمارے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر تم اس نیت سے قرآن پڑھو کہ میں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہوں اور تم قسم کھاؤ کہ میں نے خدا سے باتیں کی ہیں تو تم جھوٹے نہیں ہو۔ کیا کلام الٰہی کی برکت

ہے (اللہ اکبر) فرمایا و تلاوۃ القرآن یہ مسجد اس کام کیلئے ہے کہ یہاں قرآن پاک کی تلاوت کرو۔

تیسری چیز پیارے نبی ﷺ نے فرمایا و للذکر اور ذکر الٰہی کیلئے۔ بس تین کاموں کیلئے اللہ تعالیٰ کی مسجد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ قرآن کی تلاوت کیلئے ہے، ذکر الٰہی کیلئے ہے اور نماز کیلئے ہے۔

پیارے محبوب سید دو عالم ﷺ حرم شریف کے سامنے اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ اب تمام نشانات ان نجدیوں نے مٹا دیئے ہیں، اب جو حج پر گئے ہیں لوگ، وہ جس راستے سے حضور ﷺ آتے تھے جہاں باب عمرہ تھا وہ بھی اٹھا دیا ہے۔ ۱۹۶۹ء میں میں جب حج کیلئے گیا تھا، اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر تھا۔ وہاں ایک دیوار جیسی کھڑی تھی اور جب ۱۹۷۱ء میں گئے تو وہ دیوار نہیں تھی، تمام نشانات ان نجدیوں نے مٹا دیئے ہیں -- سمجھ گئے، ظالموں نے تمام نشانات مٹا دیئے۔ اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پیارے محبوب ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ جبرئیل امین علیہ السلام آئے، بہت لمبی حدیث مگر میں اصل بات پر آتا ہوں۔ جبرئیل علیہ السلام نے پیارے محبوب ﷺ کے تلووں کو اپنے پروں سے ہلایا، اپنی گال سے ملایا اور اٹھایا فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ سلام فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ بُلا رہا ہے، آج آپ کو سیر کرواتا ہے۔ پیارے محبوب ﷺ تشریف لے گئے۔ پیارے محبوب بیت المقدس تشریف لے گئے، بیت المقدس سے آگے آسمانوں پر تشریف لے گئے، عرش پر گئے، سدرۃ المنتہیٰ پر گئے۔ جبرئیل وہاں رہ گئے، سدرۃ المنتہیٰ سے آگے حضور ﷺ تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حضور میں۔ فرماتے ہیں ستر ہزار نوری حجابات طے کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے دیدار کیلئے موجود تھے اور پیارے محبوب ﷺ نے وہ نوری حجابات طے کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت ان آنکھوں سے کی جو سر اقدس میں موجود تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت حضور ﷺ نے ان آنکھوں سے کی جو ماتھے پر لگی ہوئی تھیں۔ وہاں سے حضور ﷺ جو تحفہ لے کر آئے، فرمایا جاؤ تمہاری امت کیلئے پچاس نمازیں دن رات میں فرض ہیں۔ یہ تحفہ ہے نماز کا وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ، کیسی نماز ہے، کیسی چیز ہے یہ نماز، کس پر قائم کیا، نماز پر۔ پیارے محبوب ﷺ واپس آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی فرمایا کیا

تحفہ لائے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام، اے پیغمبر، اے میرے بھائی! پچاس نمازوں کا دن رات میں تحفہ لے کر آیا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا واپس جائیں، آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ حضور پاک ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ اسی طرح حضور پاک ﷺ نے نو چکر لگائے اور پینتالیس نمازیں معاف ہوگئیں۔ جس چکر پر حضور ﷺ گئے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ کتنے محبوب تھے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے، پیارے محبوب ﷺ کتنے مطلوب تھے کہ جس پھیرے پر حضور ﷺ تشریف لے گئے پانچ نمازیں معاف۔ حدیث مبارک میں آتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو واپس بھیجتے، جب نویں پھیرے سے حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ ﷺ کی امت یہ بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب مجھے حیا آتی ہے، اب میں نہیں جاتا۔

حضور امام قادر ایاز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل فرماتے ہوئے لکھا ہے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بار بار بھیجنا جو تھا، یہ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا، عاشق اور محبت والے جو لوگ ہیں جو صاحب قلب ہیں جن کی روحانی دنیا اپنی ہے وہ اپنے طریق پر دیکھتے ہیں اور اپنے اپنے طریق پر سوچتے ہیں اور اسی روحانی مخلوق کی برکت سے آج اسلام ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد کیا تھا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان آنکھوں کو بار بار دیکھتے تھے جو خدا کو دیکھ کر آتی تھیں۔ وہ چاہتے تھے کہ پھر جائیں اور میں وہ نور پھر دیکھوں۔ جوں جوں حضور ﷺ جاتے تھے وہ نور آنکھوں میں بڑھ جاتا تھا۔ جوں جوں جاتے نور آنکھوں میں بڑھتا جاتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی شکل میں اور اسی شوق میں بار بار تقاضا کرتے تھے کہ حضور ﷺ پھر جائیں۔ ایک امت پر مہربانی ہو رہی ہے، حضور ﷺ بار بار جا رہے ہیں اور ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عشق کو لوٹ رہے ہیں (اللہ اکبر)۔ یہ ہیں وہ پانچ نمازیں جو پیارے محبوب ﷺ لے کر آئے۔ کیا فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے میرے محبوب ﷺ کہ اب تیری امت یہ پانچ نمازیں پڑھے، اس کو ثواب پچاس کا ملے گا۔ یہ ہے نماز اس لئے فرمایا وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ تم اس نماز کو قائم کرو اور سوچو کہ یہ نماز کیا

ہے۔

نماز کے اندر جنت نظر آتی ہے، پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا (الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ) سورج گرہن ہوا، آج بھی ۱۴ تاریخ کو گرہن ہوا تھا۔ اللہ مسلمانوں نے اپنی عبادت کے طریقہ کو بھلا دیا ہے جب گرہن ہوتا تھا یعنی جب سورج کے اوپر تاریکی آتی تھی یا چاند کے اوپر تاریکی آتی تھی تو پیارے محبوب ﷺ حضرت بلال ؓ کو حکم دیتے تھے کہ بلال! جاؤ اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں آواز دو الصلوٰۃ الجامعۃ الصلوٰۃ الجامعۃ الصلوٰۃ الجامعۃ تو صحابہ سمجھ جاتے تھے کہ جب حضور ﷺ نے یہ آواز دی ہے تو کوئی ضروری کام ہے جو حضور ﷺ بلا رہے ہیں، کوئی جہاد کا حکم آ گیا ہے۔ جس پر حضور ﷺ نے بلایا ہے یا کوئی وحی الٰہی آ گئی ہے جس پر تمام صحابہ کو فوری عمل کرنا ہے۔ حضور ﷺ کا حکم ہوتا ہے اور بازار بند، دکانیں بند اور سب کے سب مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے سامنے موجود۔ جب سب آ گئے تو حضور ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ چاند گرہن میں کتنی نماز پڑھی؟ اتنی دیر حضور ﷺ نماز پڑھتے رہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں انجلت یہاں تک کہ روشنی ہو گئی اور گرہن ختم ہو گیا۔ اتنی دیر حضور ﷺ نے نماز پڑھی اور اس کے بعد حضور ﷺ نے نصیحت کی اور پھر خیرات کرنے کی، صدقات کرنے کی اور عبادت کرنے کی تلقین فرمائی۔ آج چار گھنٹے تک سورج گرہن لگا رہا، کسی کو خبر نہیں کہ کیا ہے، کیا نہیں ہے۔ ٹی وی ہی دیکھتے رہے لوگ، بس فضول باتوں میں لگے رہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ اللہ جل جلالہ یہاں تمازت کو ساکن کر دے تو قیامت آ جائے، زندگی ختم ہو جائے۔ وہ طاقت رکھتا ہے وہ مالک ہے، اس کی طاقت وقدرت ہے کہ گرہن سے نکال دے اور سورج واپس اپنی اصل حالت میں آ جائے۔ ہاں ڈاکٹروں نے کہا کہ اس میں ایسی شعاعیں نکلتی ہیں۔ ایسی چیزیں جو کئی بیماریوں کا باعث ہیں۔ آج کل کے ڈاکٹروں نے تحقیق کی ہے اور کل پرسوں میں نے پڑھا ہے کہ جس میں تھا کہ کمزور آنکھوں والے اگر اسے دیکھتے ہیں تو ان کی نظر چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ہر بات میں حکمت ہوتی ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے ان سب چیزوں سے بچنے

کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی۔ حضور ﷺ نماز میں کبھی دو قدم آگے ہوتے تھے اور کبھی دو قدم پیچھے۔ بڑے غور سے سنو یہ نماز ہے، بتاؤ کہ یہ نماز کیا ہے، کبھی نماز میں حضور ﷺ دو قدم آگے ہوتے تھے اور کبھی ایک دو قدم نماز کے اندر پیچھے ہوتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور اس میں کیا راز تھا، ایسی کیفیت کا عالم آپ پر تھا کہ آپ دو قدم آگے اور دو قدم پیچھے ہوتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز کے دوران جنت اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے اتنے نزدیک کردی تھی کہ اگر میں چاہتا تو انگور کا خوشہ پکڑ کر تمہیں دے دیتا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ ہاں یہ نماز یہ نماز مومن کو کس مقام پر لاکر کھڑا کر دیتی ہے۔ یہ مقام مومن کو بھی نصیب ہوتے ہیں حضور ﷺ کی خیرات اور حضور ﷺ کے صدقے اور حضور ﷺ کے فیض سے، جو مومن ہیں اور جو مومن سچے ہیں ان کو بھی نماز کے اندر ایسی حضوری نصیب فرماتے ہیں۔ اسلئے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا یہ نماز کیا ہے؟ یہ مومن کی معراج ہے۔ میری معراج تو وہ تھی یہ مومن کی معراج ہے۔ پیارے محبوب ﷺ کو ایک سو ایک مرتبہ معراج نصیب ہوئی۔

بات میں بات آتی ہے اور بات میں مسئلہ آتا ہے۔ اپنے نبی ﷺ کی شان اور عظمت تو دیکھو کہ پیارے نبی ﷺ کو ایک سو ایک مرتبہ معراج نصیب ہوئی مگر یہ جسمانی معراج ہے جس میں حضور ﷺ نے تمام جنتوں کو اور تمام دوزخوں کو دیکھا، انبیاء کرام کو دیکھا، کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی امامت کرائی۔ ہر ایک دروازہ پر ایک ایک نبی حضور ﷺ کے استقبال کیلئے موجود تھا پھر عرش عظیم اور اللہ جل جلالہ کی زیارت کی اور پھر وہ تمام علوم اللہ جل جلالہ نے عطا کیے جن کا ذکر وحی الٰہی میں نہیں آتا ہے، وہ سب علوم اللہ جل جلالہ نے عطا کیے۔ ایک بات یاد آئی وہ آپ کو بیان کرتا ہوں، جامعہ کوفہ میں امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وعظ فرما رہے تھے اور وعظ فرماتے فرماتے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھے وہ علم دیا ہے جو جبرئیل امین کو نہیں دیا -- اللہ اکبر -- یہ مومن کی مثال دے رہا ہوں۔ وہ حضور ﷺ تھے اور یہ مومن کی مثال ہے۔ فرمایا مجھے وہ علم اللہ جل جلالہ نے عطا فرمایا ہے جو جبرئیل امین کو نہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری بڑے

مقرب صحابی ہیں، عرض کیا کہ اے میر المومنین وہ تو ناموسِ اکبر ہے، وحی لانے والا ہے، اس کی آنکھیں لوح محفوظ پر لگی ہوئی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو علم میرے پاس ہے اس کے پاس نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے منبر سے آواز دی اجلس بیٹھ جا اسقط اے موسیٰ خاموش رہ اتقی اللہ اللہ سے ڈر۔ پھر آپ نے فرمایا دیکھ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ پر جبریل امین رہ گئے تھے حضور ستر ہزار نوری حجابات طے کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پاس گئے جس کے متعلق فرمایا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۝ (و النجم ۱۰) اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی (ترجمہ از کنز الایمان) اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جو جو اپنے بزرگ خاص بندہ پر وحی فرمائی جو علوم عطا فرمائے، فرمایا وہاں اللہ تعالیٰ نے جو علوم حضور ﷺ کو عطا فرمائے حضور ﷺ وہ علوم مجھے عطا فرمائے جس کا جبرئیل امین کو علم نہیں۔

یہ معراج حضور ﷺ کو نصیب ہوئی، یہ شان ہے حضور ﷺ کی۔ یہ معراج اور اس کے علاوہ حضور ﷺ کو سو اور معراجیں نصیب ہوئیں۔ حدیث میں آتا ہے علماء نے اپنی کتابوں میں اس کو بیان کیا ہے، یہ نماز اس معراج کا تحفہ ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں بار بار حکم دیا گیا ہے وَيُقِيمُوْنَ الصَّلٰوۃَ اس نماز کو قائم کرو، اس نماز کو مضبوطی سے پکڑو۔ میرے لئے تو وہ معراج ہے کہ میں نے اللہ جل جلالہ کی زیارت کی ان آنکھوں سے اور تمہارے لئے یہ نماز معراج ہے اور اس تصور سے پڑھو کہ تم اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کو دیکھ رہے ہو اگر تم نہیں دیکھ رہے تو یہ سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، کتنی برکت ہے نماز میں جو معراج ہے مومن کی۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ مجھے بھی اور آپ کو بھی نماز پڑھنے اور اس کے قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

(جاری ہے)

گذشتہ سے پیوستہ

شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے آئینہ میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

تفسیر قرطبی میں ہے کہ اسراء کی احادیث متواتر ہیں اور نقاش نے بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات اس باب میں نقل کی ہیں اور قاضی عیاض نے "شفا" میں اور زیادہ تفصیل دی ہے (قرطبی)۔ امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ان تمام روایات کو پوری جرح وتعدیل کے ساتھ نقل کیا ہے پھر پچیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی ذکر کیے ہیں جن سے یہ روایات منقول ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں:

حضرت عمر ابن خطاب، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، ابن مسعود، ابوذر غفاری، مالک ابن صعصعہ، ابوہریرہ، ابوسعید، ابن عباس، شداد ابن اوس، ابی ابن کعب، عبدالرحمٰن بن قرظہ، ابوحبہ، ابولیلیٰ، عبداللہ ابن عمر، جابر بن عبداللہ، حذیفہ بن یمان، بریدہ، ابوایوب انصاری، ابوامامہ، سمرہ بن جندب، ابوالحمراء، صہیب الرومی، اُم ہانی، ام المومنین عائشہ صدیقہ، اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم۔ اس کے بعد ابن کثیر نے فرمایا

فحدیث الاسراء جمع علیه المسلمون | و اعرض عند الزنادقه والملحدون

ترجمہ: واقعہ اسراء کی حدیث پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے صرف ملحد وزندیق لوگوں نے اس کو نہیں مانا

واقعہ معراج ابن کثیر کی روایت سے: امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر اور احادیث متعلقہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر اسراء بیداری میں پیش آیا۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا سفر براق پر ہوا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازہ بیت المقدس پر پہنچے تو براق کو دروزاہ کے قریب باندھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد بیت المقدس میں تشریف لے گئے اور اس کے قبلہ کی طرف دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرمائیں۔ اس کے بعد ایک زینہ لایا گیا جس پر چڑھنے کیلئے درجے بنے ہوئے تھے۔ اس زینہ کے ذریعہ آپ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے (اس زینہ کی

حقیقت تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے، آج کل بھی زینہ کی بہت سی قسمیں دنیا میں رائج ہیں ایسے زینے بھی ہیں جو متحرک سیڑھیوں یا لفٹ کی صورت میں کام کرتے ہیں لہٰذا اس معجزانہ زینہ پر شک وشبہ کی گنجائش نہیں)۔ ہر آسمان میں وہاں کے فرشتوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور ہر آسمان پر ان انبیاء کرام سے ملاقات ہوئی جن کا مقام کسی معین آسمان میں ہے مثلاً چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتویں میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام کے مقامات سے بھی آگے تشریف لے گئے اور ایک ایسے میدان میں پہنچے جہاں قلم تقدیر کے لکھنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا جس پر اللہ جل شانہ کے حکم سے سونے کے پروانے گر رہے تھے اور جس کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے گھیرے ہوئے تھے۔ اسی جگہ آنحضرت ﷺ نے جبرئیل امین کو اصلی شکل میں دیکھا جن کے چھ سو بازو تھے اور وہیں پر ایک زخرف سبز رنگ کا دیکھا جس نے افق کو گھیرا ہوا تھا (زخرف مسند سبز، ہرے رنگ کی پالکی) اور آپ نے بیت المعمور کو بھی دیکھا جس کے پاس بانی کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیوار سے کمر لگائے بیٹھے تھے۔ اس بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی دوبارہ داخل ہونے کی باری قیامت تک نہیں آتی۔ آنحضرت ﷺ نے جنت اور دوزخ کا بچشم خود معائنہ فرمایا۔ اس وقت آپ کی امت کو اول پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا حکم ملا پھر تخفیف کر کے پانچ کر دی گئیں۔ اس سے تمام عبادات کے مقابلے میں نماز کی خاص اہمیت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ بیت المقدس واپس تشریف لائے اور وہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی آپ کو رخصت کرنے کیلئے تشریف لائے جن کے ساتھ مختلف آسمانوں پر آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت آپ نے نماز کا وقت ہو جانے پر انبیاء کرام کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ احتمال ہے کہ یہ نماز اس دن صبح کی ہو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ امامت انبیاء کا واقعہ بعض کے نزدیک سفر سے پہلے پیش آیا لیکن ظاہر ہے کہ یہ واقعہ واپسی کے بعد ہوا کیونکہ آسمانوں پر انبیاء کرام کے واقعہ میں یہ منقول ہے کہ جبرئیل نے سب انبیاء کرام سے آپ کا تعارف کرایا۔ اگر واقعہ امامت پہلے ہو چکا ہوتا تو یہاں تعارف

کی ضرورت نہ ہوتی اور یوں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس سفر کا اصلی مقصد ملاء الاعلیٰ میں جانے کا تھا۔ پہلے اسی کو پورا کرنا اقرب معلوم ہوتا ہے پھر جب اس کام سے فراغت ہوئی تو تمام انبیاء کرام آپ کے ساتھ مشایعت (رخصت) کیلئے بیت المقدس تک تشریف لائے اور آپ کو جبرئیل امین کے اشارہ سے سب کا امام بنا کر آپ ﷺ کی سیادت اور فضیلت کا عملی ثبوت دیا گیا۔ اس کے بعد آپ بیت المقدس سے رخصت ہوئے اور براق پر سوار ہو کر اندھیرے منہ مکہ معظمہ پہنچ گئے۔۔ واللہ اعلم۔

واقعہ معراج کے متعلق غیر مسلم کی شہادت: تفسیر ابن کثیر میں مذکور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے قیصر شاہِ روم کو ایک خط وحیہ ابن خلیفہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بھیجا جس میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی (صحیح بخاری اور دیگر معتبر کتب حدیث میں یہ واقعہ موجود ہے)۔ شاہِ روم نے خط پڑھ کر آنحضرت ﷺ کے حالات کی تحقیق کیلئے شام میں آئے ہوئے تجارتی قافلہ کے سالار ابوسفیان ابن حرب سے معلومات حاصل کرنے کیلئے سوالات کئے۔ ابوسفیان کی دلی خواہش تھی کہ وہ پیغمبر اسلام کے متعلق ایسی باتیں بیان کرے جس سے آپ کی حقارت اور بے حیثیت ہونا ظاہر ہو مگر ڈرتا تھا کہ غلط بات کہہ کر بادشاہ کی نظروں سے گر نہ جاؤں اور میرے ساتھی بھی مجھے جھوٹا ہونے کا طعنہ نہ دیا کریں۔ لہذا اس نے سوچا کہ میں بادشاہ کے سامنے واقعہ معراج بیان کروں جس کا جھوٹ ہونا بادشاہ خود سمجھ لے گا۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ یہ مدعی نبوت کہتا ہے کہ وہ ایک رات مکہ مکرمہ سے نکل کر آپ کی اس مسجد بیت المقدس میں پہنچے اور پھر اسی رات صبح سے پہلے مکہ مکرمہ میں واپس پہنچ گئے۔ شاہ روم نے متجسانہ طور پر اس بات کو سنا اور اس امر پر غور کر رہے تھے کہ بیت المقدس کا سب سے بڑا عالم جو اس وقت شاہ روم کے قریب کھڑا تھا بول اٹھا کہ میں اس رات سے واقف ہوں۔ شاہ روم نے وضاحت چاہی تو عالم بول اٹھا کہ میری عادت تھی کہ میں اس وقت تک نہیں سوتا تھا جب تک کہ بیت المقدس کے تمام دروازے بند نہ کر دوں۔ اس رات حسب عادت میں نے تمام دروازے بند کر دیئے مگر ایک دروزاہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے کاریگروں اور نجاروں کی مدد سے دروازے کو بند کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

انہوں نے کہا کہ دروازے کے کواڑں کے اوپر عمارت کا بوجھ پڑ گیا ہے، ناچار رات کو دروازہ بند کئے بغیر چلے گئے۔ صبح جب اس دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ دروازے کے پاس پتھر کی چٹان میں روزن کیا ہوا ہے، ایسا دکھائی دیتا تھا کہ یہاں کوئی جانور باندھا گیا ہے۔ بیت المقدس کے بڑے عالم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج دروازہ کو اللہ تعالیٰ نے شاید اس لئے بند ہونے سے روکا ہے کہ کوئی نبی یہاں آنے والے تھے؟ اور پھر بیان کیا کہ اس رات آپ نے ہماری مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے اس کے بعد اور تفصیلات بیان کی ہیں (ابن کثیر جلد ۳، صفحہ ۲۴)

اسراء اور معراج کی تاریخ: پر تبصرہ کرتے ہوئے امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ معراج کی تاریخ میں روایات بہت مختلف ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے مطابق یہ واقعہ ہجرت مدینہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا۔ بعض روایات کے مطابق واقعہ معراج بعثت نبوی سے پانچ سال بعد ہوا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ واقعہ معراج اس وقت پیش آیا جب اسلام قبائل عرب میں پھیل چکا تھا۔ ان تمام روایات کا ماحصل یہ ہے کہ واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے۔ حربی کہتے ہیں کہ معراج کا واقعہ ربیع الثانی کی ستائیسویں شب ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا۔ ابن قاسم ذہبی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ بعثت سے اٹھارہ سال بعد ہوا۔ بایں ہمہ مشہور عام طور پر یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب واقعہ معراج ہوا (واللہ اعلم)۔

مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد حرام۔ پھر میں نے پوچھا اس کے بعد کونسی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا مسجد اقصیٰ۔ میں نے پوچھا ان دونوں کی تعمیر کے درمیان وقفہ کتنا ہے؟ آپ نے فرمایا چالیس سال۔ امام تفسیر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی جگہ کو پوری زمین سے دو ہزار سال پہلے بنایا۔ اس کی بنیادیں ساتویں زمین کے اندر تک پہنچی ہوئی ہیں، مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا ہے۔ (رواہ النسائی، تفسیر قرطبی جلد ۴، صفحہ ۱۳۷)

مسجد حرام اس مسجد کا نام ہے جو بیت اللہ کے گرد بنی ہوئی ہے۔ بعض اوقات پورے حرم کو بھی مسجد حرام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس دوسرے معنی کے اعتبار سے دو رواتیوں کا یہ تعارض بھی رفع ہو جاتا ہے کہ بعض روایات میں آپ کا اسراء کیلئے تشریف لے جانا حضرت اُم ہانی کے مکان سے منقول ہے اور بعض میں حطیم بیت اللہ سے۔ اگر مسجد حرام کے عام معنی لئے جائیں تو یہ کچھ مستبعد نہیں کہ پہلے آپ اُم ہانی کے مکان میں ہوں وہاں سے چل کر حطیم کعبہ میں تشریف لائے پھر وہاں سے سفر اسراء کی ابتداء ہوئی (واللہ اعلم بالصواب)

مسجد اقصیٰ کی عظمت کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد معاذ ابن جبل کی روایت سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ملک شام تو تمام شہروں میں میرا منتخب خطہ ہے اور میں تیری طرف اپنے منتخب بندوں کو بھجواؤں گا (قرطبی) اور مسند احمد میں حدیث ہے کہ دجال ساری زمین میں پھرے گا مگر چار مسجدوں تک اس کی رسائی نہ ہوگی: مسجد مدینہ منورہ، مسجد مکہ مکرمہ، مسجد اقصیٰ اور مسجد طور۔

سورہ النجم کا ترجمہ مولانا محمد شفیع صاحب یوں فرماتے ہیں:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی ○ وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ قسم ہے تارے کی جب گرے، بہکا نہیں تمہارا رفیق اور نہ بے راہ چلا، اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○ اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ○ اس کو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے ذُوْمِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی ○ زور آور نے پھر سیدھا بیٹھا وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ○ اور وہ تھا اونچے کنارے پر آسمان کے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ○ پھر فرق رہ گیا دو کمان کے برابر یا اس سے بھی نزدیک فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ○ پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ پر جو بھیجا مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ○ اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً

اُخریٰ ○ اور اس کو اس نے دیکھا ہے اترتے ہوئے ایک بار اور بھی عِندَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ سدرة المنتھی کے پاس عِندَھَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ اس کے پاس بہشت آرام سے رہے گی۔ اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ○ جب چھا رہا تھا اس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ○ بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى بیشک دیکھے اس نے اپنے رب کے بڑے نمونے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے (یعنی کوئی بھی ستارہ ہو اور اس قسم میں مضمون جواب قسم مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ○ کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے یعنی جس طرح ستارہ طلوع سے غروب تک اس تمام تر مسافت میں اپنی باقاعدہ رفتار سے ادھر اُدھر نہیں ہوا اسی طرح آپ اپنی عمر بھر ضلال وغوایت سے محفوظ ہیں اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جیسے نجم سے ہدایت ہوتی ہے اسی طرح آپ سے بھی وجہ عدم ضلال وعدم غوایت کے ہدایت ہوتی ہے اور ستاروں کا وسط سماء میں ہونے کے وقت کسی سمت کا اندازہ نہیں ہوتا اسلئے اس وقت ستارے سے راستے کا پتہ نہیں چلتا۔ اسلئے اس میں قید لگائی غروب کے وقت کی اور گو قرب من الافق طلوع کے وقت بھی ہوتا ہے لیکن غروب میں یہ بات زیادہ ہے کہ اس وقت طالبان اہتداء اسے غنیمت سمجھتے ہیں۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ حضور ﷺ سے ہدایت حاصل کر لینے کو غنیمت سمجھو۔ آگے جواب قسم ہے مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ○ (یہ تمہارے ہمہ وقت ساتھ (اور سامنے) رہنے والے پیغمبر جن کے عام احوال وافعال تم کو معلوم ہیں جن سے بشرط انصاف ان کی راستی اور حقانیت پر استدلال کر سکتے ہو۔ یہ پیغمبر نہ راہ حق سے بھٹکے اور نہ غلط راہ ہو لئے (ضلال یہ کہ بالکل راستہ بھول کر کھڑا رہ جائے اور غوایت یہ کہ غیر راہ کو راہ سمجھ کر غلط سمت میں چلتا رہے (خازن) یعنی تم جو ان کو دعوائے نبوت ودعوت الی الاسلام میں بے راہ سمجھتے ہو یہ بات نہیں ہے بلکہ آپ نبی برحق ہیں۔ وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں (جیسا تم لوگ کہتے ہو افتراء) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ○ بلکہ ان کا ارشاد وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے خواہ الفاظ کی وحی ہو جو قرآن کہلاتا

ہے خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے اور خواہ وحی جزوی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی وحی ہو جس سے اجتہاد فرماتے ہوں۔ پس اس سے نفی اجتہاد کی نہیں ہوتی اور اصل مقصود کفار کے اس خیال کی نفی ہے کہ آپ خدا کی طرف سے غلط بات کی نسبت فرماتے ہیں۔ آگے وحی آنے کا واسطہ بتاتے ہیں کہ علمہ شدید القوی ○ ذو مرۃ فاستوی ○ ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے (منجانب اللہ) جو بڑا طاقتور ہے (اپنی کوشش سے نہیں بلکہ) پیدائشی طاقتور ہے (ایک روایت میں جبرئیل امین نے اپنی طاقت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے قوم لوط کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر آسمان کے قریب لے گیا اور پھر گرا دیا (درالمنثور)۔ حاصل کلام کہ یہ آیات کسی شیطان نے آپ تک نہیں پہنچائیں کہ کاہن ہونے کا احتمال ہو اور شدید القویٰ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ آپ تک پہنچاتے وقت درمیان میں کوئی شیطانی تصرف ہو گیا ہو بلکہ یہ کام انتہائی طاقتور فرشتے کے ذریعہ ہوا۔ ذو مرۃ فاستوی ○ وھو بالافق الاعلی ○ وہ فرشتہ (اپنی) اصلی صورت میں (آپ کے روبرو) نمودار ہوا۔ ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے بلند) کنارہ پر تھا۔ ایک روایت میں افق شرقی مراد لی گئی ہے (درالمنثور)

ایک بار حضور ﷺ نے جبرئیل امین سے خواہش کی کہ مجھے اپنی صورت دکھلا دو۔ جبرئیل امین نے انہیں (حسب روایت ترمذی) حراء کے پاس محلہ جیاد میں وعدہ ٹھہرایا۔ آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو ان کو افق مشرق میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو ہیں اور اس قدر پھیلے ہوئے ہیں کہ افق غربی تک گھیر رکھا ہے۔ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس وقت جبرئیل امین بشری صورت میں آپ کے پاس اتر آئے (کذافی الجلالین)۔ حاصل کلام یہ کہ وہ فرشتہ اول اصلی صورت میں افق پر نمودار ہوا پھر جب آپ بے ہوش ہو گئے تو وہ فرشتہ آپ کے نزدیک آیا ثم دنا فتدلی ○ فکان قاب قوسین او ادنی ○ وہ فرشتہ آپ ﷺ کے نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا (سو قرب کی وجہ سے) دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ (غایت قرب کی وجہ سے اور بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ یہ ایک محاورہ ہے جب اہل عرب کے دو شخص باہم غایت درجے کا اتفاق و اتحاد کرنا چاہتے تھے تو دونوں اپنی اپنی کمانوں کے چلے یعنی تانت کو باہم متصل کر دیتے تھے پس اس محاورہ کی وجہ سے یہ کنایہ ہو گیا قرب واتحاد سے یہ محض اتفاق

سوری کی علامت تھی۔ اگر روحانی وقلبی اتفاق بھی ہو تو وہاں ادنیٰ بھی صادق آسکتا ہے۔ پس او ادنیٰ کے بڑھا دینے میں اشارہ ہو گیا کہ مجاورت صوریہ کے علاوہ آپ میں اور جبریل امین میں روحانی مناسبت بھی تھی غرضیکہ جبریل امین کی تسکین سے آپ ﷺ کو تسکین ہوئی اور افاقہ ہوا)۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی o پھر اللہ تعالیٰ نے (اس فرشتہ کے ذریعہ سے) اپنے بندہ (محمد ﷺ) پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمانا تھا جس کی تعین وتخصیص معلوم نہیں۔ اصل مقصود جبریل امین کو ان کی اصلی صورت میں دکھلا کر ان کی پوری حقیقت سے آپ کو باخبر کرنا تھا۔ پس یہ رویت صحیح تھی یا نہیں آگے اس شبہ کا جواب ہے یعنی وہ رویت صحیحہ بھی کہ اس کے دیکھنے کے وقت ما کذب الفؤاد ما رای o قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں غلطی نہیں کی (رہا یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ قلب نے غلطی نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اگر مطلقاً ایسے احتمالات قابل التفات ہوں تو محسوسات کا بھی اعتبار نہ رہے۔ احتمال خطا اس وقت ہو سکتا ہے جب ادراک کرنے والا مختل العقل ہو اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حضور ﷺ صحیح العقل فطین وذہین، صاحب الفراست تھے۔ باوجود اس اثبات بلیغ کے معاندین جدال وخلاف سے باز نہ آئے۔ اسی لئے بطور توبیخ وتعجیب کے ارشاد ہوتا ہے کہ جب تم نے ایسے شافی کافی بیان سے معرفت ورویت کا ثبوت سن لیا۔ افتمٰرونہ علی ما یری o تو کیا ان (پیغمبر سے ان کی دیکھی بھالی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو یعنی جن چیزوں کا علم وادراک انسان کو ہوتا ہے ان میں محسوسات جیسی چیزیں شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہیں۔ اگر یہ مہمل خدشہ ہو کہ جس چیز کو ایک بار دیکھا ہو تو اس کی پہچان کیسے ہو سکتی ہے تو جواب یہ ہے کہ اول تو یہ ضروری نہیں کہ ایک بار دیکھنے سے پہچان نہ ہو اور اگر شناخت کیلئے تکرار مشاہدہ ہی ضروری ہے تو انہوں نے (یعنی پیغمبر ﷺ نے) ولقد راہ نزلۃ اخری o اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ (صورت اصلیہ) میں دیکھا ہے۔ بس اب تو وہ توہم بھی مدفوع ہو گیا کہ تطابق صورتین سے پوری تعیین ہو گئی کہ ہاں جبریل امین یہی ہیں۔ آگے اس دوبارہ دیکھنے کی جگہ بتاتے ہیں کہ شب معراج سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (بیری کے درخت کے پاس جو مقام بلند ہے) حدیث میں آیا کہ عالم بالا میں ساتوں آسمان پر بیری کا ایک درخت ہے کہ خالق اکبر سے جو احکام

ارزاق آتے ہیں وہ اول سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ اول سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اٹھائے جاتے ہیں۔ سدرہ کی مثال ڈاکخانہ کی سی ہے کہ آمد و برآمد خطوط وہاں سے ہوتی ہے۔ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ۝ اس سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جنت الماویٰ ہے (ماویٰ کے معنی رہنے کی جگہ ہے چونکہ جنت نیک بندوں کے رہنے کی جگہ ہے اسلئے اسے جنت الماویٰ کہتے ہیں۔ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ۝ جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھی (صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اس وقت سدرہ پر سونے کے بنے ہوئے پروانے ہر طرف جگمگا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس روز سدرۃ المنتہیٰ کو خاص طور سے سجایا گیا تھا، آنے والے مہمان نبی کریم ﷺ کا اعزاز تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ملائکہ نے حضور ﷺ کو دیکھنے کی اجازت چاہی، ان کو اجازت دے دی گئی چنانچہ وہ سدرہ پر جمع ہوگئے (الدر المنثور)۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ۝ آپ ان عجائبات کو دیکھ کر ذرا بھی نہیں چکرائے اور بالکل متحیر نہیں ہوئے چنانچہ جن چیزوں کی رویت کا حکم تھا ان کی طرف نظر کرنے سے آپ کی نگاہ نہ تو ہٹی (یعنی ان چیزوں کو خوب دیکھا) اور جن چیزوں کو دیکھنے کا حکم جب تک نہ ہوا نہ (ان کی طرف دیکھنے کو آپ کی نگاہ) بڑھی (یعنی قبل از اذن نہیں دیکھا (المدارک)۔ یہ دلیل ہے آپ کے غایت استقلال کی۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی آگے آپ کے استقلال کی قوت بیان کرنے کیلئے فرمایا کہ انہوں نے (یعنی پیغمبر علیہ السلام نے) اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے (مگر ہر چیز کو دیکھنے میں آپ کی یہی شان رہی)۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ۝ وہ عجائبات احادیث معراج میں مذکور ہیں۔ انبیاء کرام، ارواح، جنت وغیرہ پس ثابت ہوا کہ غایت استقلال سے متحیر ہونے کا احتمال نہیں رہا۔

جن حضرات نے آیات سابقہ کی تفسیر رویت جبرئیل علیہ السلام سے کی ہے وہ اس آیت کا بھی یہی مفہوم قرار دیتے ہیں جن حضرات نے آیات سابقہ کی تفسیر رویت حق سبحانہ کی ہے وہ یہاں بھی یہی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی نگاہوں نے حق سبحانہ کے دیدار میں کوئی غلطی نہیں کی بلکہ صحیح صحیح

دیکھا البتہ اس آیت نے اس بات کو مزید واضح کر دیا کہ یہ رویت چشم سر ہوئی ہے صرف دل کی رویت نہیں تھی۔ حدیث میں حق تعالیٰ کا سماء دنیا کی طرف آخر شب میں مذکور ہے عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰى ۝ کا مفہوم یہ ہے کہ جس وقت آپ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تھے جو مقام قرب ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اس وقت دیکھا، اس میں حق تعالیٰ کی زیارت بھی مراد ہونے پر یہ حدیث شاہد ہے، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

و اتیت سدرة المنتهى فغشیتنی ضبابة خررت لها ساجدا و هذا الضبابة هی الظلل من الغمام التی یاتی فیها الله و یتجلی

ترجمہ: میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچا تو مجھے بادل کی طرح کی کسی چیز نے گھر لیا میں اس کیلئے سجدہ میں گر پڑا قیامت کے روز حق تعالیٰ کا ظہور قرآن کریم کی آیت میں اسی طرح مذکور ہے کہ بادلوں کے سایہ کی طرح کوئی چیز ہوگی اس میں حق تعالیٰ نزول اجلال فرمائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن آیات میں لیلۃ المعراج کا ذکر ہے ان میں رویت کے بارے میں جتنے الفاظ آئے ہیں ان سب میں رویت جبرئیل اور رویت حق سبحانہ تعالیٰ دونوں محتمل ہیں۔ کئی دیگر حضرات نے ان کی تفسیر رویت حق تعالیٰ سے کی ہے اس کی گنجائش الفاظ قرآن میں موجود ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ جو علماء کرام عشق نبی ﷺ کے نشے میں سرشار رہتے ہیں وہ معراج مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں کن جذباتِ لطیفہ کا اظہار کرتے ہیں یقیناً ان جذبات لطیفہ سے وہی خوش نصیب سرشار ہوتے ہیں جنہوں نے عشق نبی ﷺ کی پاکیزہ شراب کا مزہ چکھا ہوتا ہے، کسی شاعر نے ان جذبات کی عکاسی یوں کی ہے وہ

ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

جو علماء کرام عشق مصطفیٰ ﷺ کی عقیدت آگیں اور محبت آفریں رموز و کیفیات سے آشنا نہیں ہیں وہ یقیناً ان لطیف اور پاکیزہ جذبات کی سرشاری اور سرمستی سے بے خبر ہیں۔ اللہ جل جلالہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ والہانہ عشق و محبت کی وابستگی کی لطافتوں اور روحانی

تجلیات سے اپنے ایمان کو مرصع اور مسجع کر سکیں، اس کار عظیم کیلئے ایک مضبوط ترین وسیلے کی ضرورت ہے یقیناً ہم اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے وسیلے سے اس منزل بلند تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں عشق و محبت کی ان مسافتوں کو طے کرنے کیلئے صحیح سمت میں محنت شاقہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ پاک اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کا مرحلہ بحسن وخوبی طے کرنے کیلئے رہنمائی فرماتا ہے۔ ارشاد حق ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ ہمارے راستے (یعنی اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے حصول کی راہ میں) جدوجہد کرتے ہیں ہم یقیناً منزل مقصود پالینے میں ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔

اس جملہ توضیح کے بعد ملاحظہ کیجئے علماءِ حق کے معراج النبی ﷺ کے بارے میں گرامی قدر آراء سب سے پہلے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کے محبت آفریں خیالات مطالعہ فرمائیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی، لے جانے والا رب العلمین اور لے جائے جانے والے رحمت للعالمین حضور بارگاہ الٰہی میں کس ادب واحترام سے باریاب ہوئے بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے، ادب سے رکتے حیا سے جھکتے۔

آیت بالا میں حضور اکرم ﷺ کو عبدہ کے شرف سے نوازا گیا، شاعر مشرق علامہ اقبال نے عبدہ کی تفسیر یوں کی ہے

عبد دیگر، عبدہٗ چیزے دگر | ایں سراپا انتظار او منتظر

عبد اور ہے اور عبدہٗ کا مقام اور ہے عبد کسی کا منتظر ہے اور عبدہٗ کا کوئی انتظار کرتا ہے۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا | خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اگرچہ نجم کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں مگر سب سے خوبصورت تفسیر یہ ہے کہ نجم سے حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات مراد ہے (خازن) پھر حضور مقام دنیٰ فتدلیٰ میں باریاب ہوئے تو

ندا آئی

بڑھ اے محمد، قریں ہو احمد، قریب آ سرور مجد

نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی، یہ کیا سماں تھا، یہ کیا مزے تھے

مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ٥ تمہارے صاحب نہ بھکے نہ بے راہ چلے، صاحب سے حضور ﷺ کی ذات مراد ہے۔ آپ ہمیشہ حق وصداقت کی اعلیٰ منزل پر رہے، صراط مستقیم سے کبھی عدول نہ کیا۔ آپ کے دامن عصمت پر کبھی کسی حال اور کسی وقت میں بھی کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی، ہمیشہ حق فرمایا اور حق پرست رہے، اعتقاد فاسد کا شائبہ بھی کبھی آپ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچا۔ قبل اظہار نبوت بھی حضور معصوم تھے اور اظہار نبوت کے بعد بھی معصوم وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ٥ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ٥ حضور ﷺ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے وہ تو نہیں کہتے مگر وہی کچھ جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔

یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا بھکنا اور بے راہ چلنا ممکن ہی نہیں۔ یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ حضور ﷺ اپنی خواہش سے کچھ فرماتے تھے بلکہ ہر گفتگو وحی الٰہی کے مطابق ہوتی تھی یعنی زبان حضور ﷺ کی اور آواز خدا کی۔ اسی آیت سے حضور ﷺ کے خلق عظیم اور مرتبہ بلند کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش کو ترک کر دے (تفسیر کبیر)۔ اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا۔ انوار و تجلیات الٰہی کا آپ کی ذات پر ایسا کامل و مکمل غلبہ ہوا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے یعنی

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حضور ﷺ کے مرتبہ ومقام کی مزید وضاحت کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں

(باقی صفحہ ۳۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر خالد عباس الاسدی مدنی

پیش نظر حضور کی مدحت سرائی ہے
حرف ادب لکھا تو نظر مسکرائی ہے

یہ حرف ہیں کہ نور کے سینچے ہوئے گلاب
ضو ریز ہر سخن میں تری خوش نوائی ہے

اترے ہیں مجھ پہ حرف ثنا آسمان سے
نعت نبی سے ساری زمیں گنگنائی ہے

جنت کی راہ تیری گلی سے ملی مجھے
میں نے نوائے شوق ترے در سے پائی ہے

جچتے نہیں نجوم بھی ان کی نگاہ میں
وہ جن کی خاکِ پائے نبی تک رسائی ہے

ان کے نقوشِ پا مجھے لے آئے ہیں کہاں
میری رسائیوں پہ زمیں مسکرائی ہے

قدموں میں بیٹھ بیٹھ کے ہوتا رہا بلند
خالدؔ یہ اوج میں نے مدینے سے پائی ہے

نوجوانوں کے نام بلگرامی صاحب کا پیغام

علم (تعلیم)

عزیز دوستو! یہ خط اسلام کے تصور علم و تعلیم سے متعلق ہے۔ علم کی اہمیت و ضرورت اس کی قدر و منزلت، زندگی کا ہر لمحہ اس کی طرف راہنما ہے۔ خواہ زندگی کا وہ گوشہ ماضی سے متعلق ہو یا دنیا و آخرت سے، ہمارے لئے تو بس یہ جان لینا کافی ہے کہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی صفت اولین ''حیات'' کے بعد ''علم'' ہے، وہی علیم و خبیر ہے۔ اس نے آدم علیہ السلام کی فضیلت کا راز علم ہی قرار دیا۔ اس نے تمام انبیاء کو علم سے نوازا جو راہ حق دکھانے میں ان کا معاون رہا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر علم کے سب دہانے کھول دیئے۔ شب معراج زبان مبارک پر ایک قطرہ ڈالا گیا جس سے دنیا و آخرت کے علوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر آشکارا ہو گئے لیکن زبان مبارک پر یہی دعا رہی ''رب زدنی علما'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو یہی تعلیم دے گئے کہ دیکھو! مہد سے لحد تک (گود سے قبر تک) علم حاصل کرتے رہنا۔ یہ بھی بتا دیا کہ علم کی وسعتوں کو چند علوم تک محدود نہ ہونے دینا، چاہے اس علم کو حاصل کرنے تم کو چین بھی جانا پڑے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر زمانہ، ہر دور میں لوگوں نے راہیں اپنے لئے خود متعین کیں اور قافلۂ زندگی رواں دواں رہا۔ تاریخ شاہد ہے کہ انسان ہمیشہ ایک حالت سے دوسری بہتر حالت کی طرف آنے کیلئے سرگرم عمل رہا۔ ہر زمانے میں ایک فرد نے اپنی اولاد کو اور ایک قوم نے اپنے آنے والی نسل کو اپنے علم اور تجربات کی امانت سونپی ہے۔ اس طرح مختلف زبانوں اور مختلف ملکوں میں تہذیب کے چراغ جلتے رہے البتہ ذہن، ذہانت اور فکر و نظر کے طرح طرح کے اختلافات کے باعث اقوام عالم کے نظریات بدلتے رہے اور اس طرح چین، مصر، یونان، روم، عرب، اسپین، امریکہ و روس میں علم کی روشنی عام ہوئی۔

علم کے فہم کو عام کرنے میں دو جماعتوں نے حصہ لیا: ان میں پہلی انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت تھی جس نے علم کی وحدت کو پارہ پارہ نہ ہونے دیا اور دوسری اقوام کے اپنے دانشوروں کی جماعت رہی جس نے ہر دور میں نفس پرستی، حرص ولالچ اور حکومت واقتدار کی تمناؤں کے ساتھ اپنے دور کی ضروریات زندگی کیلئے علم کی راہیں متعین کیں۔ یوں علم کے محدود تصورات نے جنم لیا۔ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک خلیج پیدا ہوئی جو بڑھتی ہی چلی گئی، اس حد تک کہ خود مسلمان بھی اس سے متاثر ہونے سے نہ بچ سکے۔

البتہ ان انبیائے کرام علیہم السلام کی تشریف آوری کا یہ اثر ضرور باقی رہا کہ چند اعلیٰ اقدار کی یکسانیت کے پہلو ختم نہ ہونے پائے۔ یہ حقیقت آج بھی ان پیغمبروں کی تعلیم کی صداقت پر شاہد ہے لیکن بدنصیبی سے آج ہم جس مقام تک پہنچ چکے ہیں وہ نفس کی غلامی اور اقتدار کی ہوس کی تمنا میں بڑی حد تک دو حصوں میں منقسم ہے -- ان میں ایک اشتراکیت ہے اور دوسری جمہوریت۔ اشتراکیت نے اللہ تعالیٰ کے وجود سے انکار کو اپنی بنیاد بنایا۔ جمہوریت نے اللہ تعالیٰ کے وجود سے انکار تو نہ کیا لیکن اپنے تصور کو شرک کی آلودگی سے محفوظ نہ رکھ سکی۔ پہلے مذہب کی جگہ کلچر نے لی اور پھر جمہوریت اور اشتراکیت نے۔ روس کے زوال کے بعد اشتراکیت کا وہ زور تو باقی نہ رہا لیکن اس کا زوال جمہوریت کے فروغ کا موجب بنا۔

قبل اس کے کہ ہم علم کے اسلامی تصور کی طرف توجہ مبذول کریں یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ دور حاضر کی جمہوریت کے علمی مقاصد کا تھوڑا اسا ذکر کر دیں۔ ان مقاصد کی طرف اقوام عالم آج گامزن ہیں، اکثر ممالک ان کی پیروی کر رہے ہیں اور دوسرے ممالک بالخصوص امریکہ اور یورپ میں جا کر ان سے فیضیاب ہونے کیلئے کوشاں ہیں۔ جمہوری نظامِ تعلیم کو اقوامِ متحدہ (UNO) کی ایماپر، بر کلے کالج کے مشہور پروفیسر کارلٹن واشبرن (Carlton Washburn) نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱: اظہار شخصیت: جس کیلئے نظم وضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲: تحفظ: جس کیلئے علم ناگزیر ہے۔

۳: معاشرتی زندگی کا احساس: جس کیلئے جمہوریت ضروری ہے۔

ان تینوں کا ہم مختصراً بیان کریں گے تاکہ آج کل کے ذہنوں کیلئے ان کی فہم آسان ہو اور وہ اس کی روشنی میں اپنے تصور تعلیم کی رفعت و بلندی اور اس کی وسعت اور گہرائیوں کو سمجھ سکیں۔

اظہارِ شخصیت اور نظم و ضبط: اس کے تحت فاضل مصنف نے ایک بچے کی اٹھان، اس کی نشو ونما کے انداز اور رجحانات سے بحث کی ہے۔ اس نے یہ واضح کیا ہے کہ ہر بچے کی فطرت ایک خاص انداز سے نشو ونما پاتی ہے اور ہر بچے کی اپنی صلاحیت اور استعداد ہوتی ہے۔ وہ اپنے دور کے ماحول سے متاثر بھی ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ ایک خاص انفرادیت کا حامل ہوتا ہے۔ ہر عمر میں بچے کو ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ہدایت وہی ہے جو اس کی عمر کے تقاضوں کے مطابق ہو اور اس میں آگے بڑھنے کی امنگ پیدا کرے۔ ان صلاحیتوں کو ظاہر کرنے کیلئے ایک تنظیم، ایک نظم و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں ایک سمجھدار استاد ہی بچے کی شخصیت میں اپنے آپ کو گم کر کے اسے راہ ہدایت دکھاتا ہے اور اس کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے ساتھ ان میں نظم و ضبط پیدا کرنے میں معاون ہوتا ہے۔

تحفظ اور تعلیم: پروفیسر واشبرن کی تقسیم کا یہ دوسرا جزو ہے، وہ لکھتا ہے کہ جس طرح شخصیت کے اظہار کیلئے نظم و ضبط ضروری ہے اسی طرح تحفظ ذات کیلئے علم حاصل کرنا لازمی ہے۔ اولاً یہ تحفظ ذات اسے ماں کی گود میں ملتا ہے پھر گھر کے ماحول میں مستحکم ہوتا ہے جہاں محبت و شفقت اس کی فکر میں جگہ پاتے ہیں، آگے چل کر تعلیم اس کے تحفظ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس کا بچپن، اس کی جوانی، اس کا بڑھاپا سب اس کے علم کی رہین منت ہوتے ہیں جو ہر دور میں اس کو خوشحال زندگی بسر کرنے میں معاون ہوتا ہے۔ اس نے یہاں ایک بڑی اعلیٰ حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے، وہ کہتا ہے کہ جس طرح لڑکپن میں تحفظِ ذات کا سرچشمہ ماں باپ کی گود ہوتی ہے اسی طرح آگے چل کر ایک اچھے اسکول کا ماحول اور اس کے ذی علم اور مشفق اساتذہ اس کیلئے ایک سرمایہ تسکین بنتے ہیں۔ واشبرن ضروری سمجھتا

ہے کہ اسکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کو خود زندگی میں یہ تحفظ حاصل ہو، قوم ان کی ضروریات کو سمجھے اور معاشرہ میں ان کو ایک مخصوص وقار حاصل ہو جو طالب علموں میں امنگ پیدا کرنے کی ضامن ہو۔

معاشرتی شعور و جمہوریت: واشبرن کی تقسیم کا یہ تیسرا جزو ہے۔ یہی جمہوریت اجتماعی زندگی کی اہم کڑی ہے۔ اس طرح معاشرتی شعور اور جمہوریت کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اس عنوان کے تحت وہ فرد اور جماعت کے بنیادی ربط سے بحث کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ فرد کی صلاحیتیں جماعت ہی میں بروئے کار آتی ہیں اور جماعتی تشکیل اس کے معاشرتی احساس کی ترقی کی ضامن بنتی ہے۔ مصنف کے خیال میں یہ بات صرف جمہوریت میں حاصل ہوتی ہے جہاں ہر فرد کو اپنی صلاحیتیں ظاہر کرنے کا پورا پورا موقع ملتا ہے خواہ اس کی صلاحیتوں کا تعلق فرد کی ذات سے ہو یا معاشرہ کی تشکیل سے، واشبرن کا ایمان ہے کہ یہ بات صرف ایک جمہوری نظام میں ممکن ہے۔

آیئے! اب انہیں جمہوری افکار کے معیار تعلیم و مقاصد تعلیم کو اسلامی تصور تعلیم کی روشنی میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے اس اختلاف اور فرق کو سمجھیں۔

ہم برابر دیکھتے ہیں کہ اسلام کی روح توحید، رسالت، آخرت اور ماضی، حال و مستقبل سے وابستہ ہے۔ اس دنیا کی زندگی سے قبل کے کچھ اثرات ہم اپنی دنیاوی زندگی میں محسوس کرتے ہیں جس کو ہماری روحانی زندگی اور وجود باری تعالیٰ کے احساس سے متعلق کیا جا سکتا ہے۔ یہ احساس ہر قلب میں کسی نہ کسی طرح موجود رہا ہے۔ ان کی ہدایت کیلئے انبیائے کرام علیہم السلام آتے رہے اور آج صرف اسلام ہی حقیقت کی جانب راہنما ہے۔ اسلام تمام انبیاء کرام کی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور ماضی کے متعلق الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کی نعمتوں کو یاد دلانے سے وابستہ ہے۔

بے شک ہماری زندگی کا یہ دوسرا حصہ جو ماں کی گود سے قبر تک ہے (اور یہی دنیاوی زندگی ہے) بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ یہاں ہمارا علم ہمارے تحفظ کا ضامن بنتا ہے کیونکہ زندگی کی سہولتیں حاصل کرنے اور ایک کامیاب زندگی بسر کرنے کیلئے ہمیں ہر لمحہ علم اور ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن

فاضل پروفیسر نے اس کیلئے حصول علم کو محض اس دنیا کی تمام ضروریات کو پورا کرنے اور دنیا میں ایک کامیاب زندگی بسر کرنے کا وسیلہ بتایا ہے۔ گویا اسی زندگی کی خوشحالی اور کشادگی ہماری زندگی اور ہمارے علم کا نصب العین ہے۔ وہ اس کیلئے معاشرتی احساسِ شعور والے ذہن اور ان کیلئے جمہوریت کے نصب العین کو کافی سمجھتا ہے۔ یوں مغرب کا نظام تعلیم اور تصور علم دنیا کی کامیابیوں تک محدود ہے۔

مغربی تصورات کے برخلاف اسلامی تصور تعلیم اظہار شخصیت وتحفظ ذات ومعاشرتی شعور کو ایک جامع اور وسیع انداز سے دیکھنا چاہتا ہے اور انسانیت کو یقین دلاتا ہے کہ یہ جامع تصور علم اس کی ذاتی صلاحیتوں میں اضافے، اس کے تحفظ اور جذبہ خدمت خلق کو ایک رب کی توحید کاملہ سے متعلق رکھ کر اور اس کے بتائے ہوئے راستہ کو اپنا کر ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال نہ جمہوریت نہ مغربیت اور نہ اشتراکیت میں ہے۔ اس کی بنیاد آج سے چودہ سو سال قبل قائم کی جا چکی ہے۔ اس پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں نے اپنے اقتدار، قوت، حکمت، قدرت اور بے شمار علوم کی تحقیق سے دنیا کو آگاہی بخشی۔ اس کا یہ درسِ ہدایت مدینہ منورہ میں صفہ (اب مسجد نبوی ﷺ میں) کے چبوترے سے شروع ہوا اور زمانے کے ساتھ ایشیائی سرزمین میں، افریقہ کی وادئ نیل میں اور یورپ کے علاقہ اسپین تک پھیلتا چلا گیا۔ آیئے! ذرا اسلامی تصور علم کے اجزائے ترکیبی (Ingredients) پر نظر ڈالیں۔

ہم اپنی زندگی پر غور کریں تو یہ دیکھیں گے کہ ہماری یہ زندگی تین اجزاء سے مرکب ہے: ایک جسم، دوسرا ذہن وقلب اور تیسری روح۔ ان سب میں باہم ایک خاص تعلق وربط ہے۔ جسم ارضیت سے متعلق ہے، اس کی غذا بھی زمین ہی سے ملتی ہے اسلئے صحت بخش اور مضر غذا کی پہچان ضروری ہے۔ ذہن کی ترقی کیلئے علم ہے، مغربی نظام تعلیم اور تصور علم اس سے آگے نہیں بڑھا، صرف اور صرف ذہن کی ترقی میں مشغول رہا۔ اس نظام نے اپنے قلب، اپنی روح کے تقاضوں کو فراموش کر دیا اور ضروریات زندگی کی فراوانی اور ان کے حصول کے ذرائع کیلئے تمام صلاحیتوں کو صرف کرتا رہا حالانکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ جسم اور ذہن کی تقاضوں کے ساتھ ان کی روح کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جس کی تعلیم ان کے پیغمبروں علیہم السلام نے زندگی کیلئے لازمی قرار دی تھی لیکن نفس پرستی، ہوس دنیا اور

اقتدار کی تمنا نے انہیں اس سے غافل کر دیا۔ بے شک انہوں نے چرچ اور اس کے زیر سایہ تھیولوجیکل اسکول بنائے لیکن جلد ہی وہ صرف اس زندگی تک محدود ہو گئے اور ان کا مقصد بیرونی ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ اور انفرادی طور پر لوگوں کے جذبات کی تشفی کے سوا آگے نہ بڑھا اور اقتدار ملنے کے ساتھ ہی وہ تعلیم کے اصل دھارے سے الگ ہوتا گیا۔

برخلاف اس کے اسلام کا تصور علم، جو قرآن شریف اور صاحب قرآن ﷺ کی تعلیمات سے عام ہوا تقریباً سات سو سال تک مسلمانوں کے عروج کا ضامن رہا۔ اس نے نہ صرف دنیا کو علم و دانش سے مالا مال کیا بلکہ ایسی ہستیاں ہر دور میں پیدا کرتا رہا جنہوں نے اس چشمہ علم و عرفان کو خشک نہ ہونے دیا -- لا عیش الا عیش الاخرة --- یعنی کوئی زندگی، زندگی نہیں سوائے آخرت کی زندگی کے۔ کسی عیش و سکون کو دوام نہیں سوائے آخرت کے عیش و سکون کے۔ اس لئے اسلام کو مغربی نظریہ کے اس پہلو سے اتفاق ہے کہ "بچے کی تعلیم کو عمر اور فطری صلاحیتوں کے مطابق ہونا چاہئے" لیکن یہ اس اہم اضافہ کے ساتھ ہے کہ بچہ اپنے مقصد حیات یعنی اپنے رب کی یاد اور اس کی معرفت و پہچان کے حصول کے مواقع سے ہمیشہ استفادہ کرتا رہے اور ہمیشہ اس کو پیش نظر رکھے۔

مغرب نے ایک محدود تصور علم بالخصوص جمہوریت کو اپنا نصب العین بنایا، جہاں اچھے برے کا فیصلہ افراد پر چھوڑ دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس زمانے میں جو برائی عام ہوئی وہ اس جمہوریت کا جزو بن گئی اور اس طرح آخرت کی زندگی کا راستہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا -- وہ مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں (Crusades) اور بے پناہ مظالم کا موجب بنے، وہ یہ سب جزو ایمان سمجھ کر کرتے رہے جس کی اسلام میں قطعی گنجائش نہیں!

مسلمانوں کیلئے زندگی اور آخرت کی کامیابی کا راز اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت ہے) وہ اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہے اور وہ تو رسول رحمت ﷺ جو صرف مسلمانوں کے رسول نہیں بلکہ جنہیں ساری انسانیت کیلئے رسول رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، وہ خاتم النبیین ﷺ ہیں اور ان ﷺ کا پیغام تمام پیغمبروں کی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ یہ پیغام اپنے

دامن میں ایک مکمل دین لئے ہوئے ہے جو ہر دور میں انسان کا معاون اور اس کی ہدایت کا موجب ہے۔ انسان کیلئے وہی علم نفع بخش ہے جو دنیا اور آخرت دونوں جگہ اس کی فلاح کا موجب ہے، اس کے علم اور تعلیمِ علم کا مقصد عمل ہونا چاہئے۔

یہاں یہ بات بھی خوب ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ اسلام نے تمام علوم جو دنیا کی زندگی کو خوشگوار اور پرامن بنانے کیلئے ہیں کا حصول ضروری قرار دیا ہے۔ حضور انور ﷺ کا فرمان ہے کہ تم کو جہاں سے بھی مفید علم حاصل ہو سکے اسے حاصل کرو اور اسے اپنا کھویا ہوا اثاثہ تصور کرو۔ اسی لئے مسلمانوں نے اپنی ترقی اور اقتدار کے دور میں بے شمار علوم کا اضافہ کیا لیکن اسپین کے زوال کے بعد جب مسلمانوں کے ہاتھ سے علم کا دامن چھوٹ گیا تو وہ دوسروں کے محتاج ہو کر رہ گئے۔ اپنی آزادی فکر و عمل کو کھو دیا اور علم کی وسعتوں کو نظرانداز کر بیٹھے جو مسلمانوں کی اپنی بقا اور اپنے دین کی فہم اور سمجھ کو عام کرنے میں معاون تھے، وہ جذبہ ایمانی سے بھی محروم ہو گئے جو علم اور حصول علم کے ساتھ ہمیشہ تحقیق اور اس کی وسعتوں کو وسیع تر کرنے کا موجب رہا۔

ایک جرمن مفکر کا قول ہے کہ اگر مسلمانوں کی تہذیب نہ ہوتی تو آج دنیا میں مغربی تہذیب بھی نہ ہوتی۔ جن علوم میں مغرب نے آج ترقی کی ہے وہ ابتداء میں مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ظاہر ہوئے جن میں فلسفہ، سائنس، طب، جغرافیہ، تاریخ، ریاضی، علم ہیئت وغیرہ سب شامل ہیں، مسلمان کم و بیش سات سو سال سب قوموں کی راہنمائی کرتے رہے ہیں۔

یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے نبی برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبین بنا کر ساری انسانیت کیلئے مبعوث فرمایا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور انسانوں کے دلوں کو پاک کرنے اور رکھنے کیلئے اپنی قدرت و حکمت کی تعلیم کا فریضہ سونپا اور ان ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا۔ اس جامع علم سے محرومی انسان کیلئے بڑی بدنصیبی ہوگی جو ساری انسانیت کیلئے ہر دور میں دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا ضامن ہے۔ ہر وہ تعلیم جو اسلام کے اس تصور علم سے محروم ہے آخر کار آگ ہے خواہ وہ دنیا میں کتنی ہی حسین معلوم ہوتی ہے۔

ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم بھی اپنے تصورِ علم کو محدود کرتے جارہے ہیں۔ قرآن حکیم کو ہم نے محض تلاوت تک محدود کرلیا ہے۔ ہم اس کی تمام ہدایات وانوار جو ہماری بقا، تحفظ، مراتب کی بلندی اور مسائل کے حل کا موجب ہیں، نظرانداز کرتے جارہے ہیں۔

یہاں ہم علم اور تعلیم کے بنیادی تعلق کی طرف تم کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں خواہ وہ علم محدود ہو یا لامحدود، ہر علم کو جاننے، سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ تعلیم ہے۔ علم کو تعلیم کے آئینہ میں سمجھا جاتا ہے اور اس کیلئے تصورِ علم کو اس کی تعلیم کے آئینہ میں پیش کیا جاتا ہے خواہ اس کے حدود صرف فرد تک ہوں یا فرد و جماعت کے فائدہ یا فلاح تک ہوں تاکہ وہ بخوبی روشن ہو جائیں۔ تعلیم خود علم سے مشتق ہے (یعنی علم کے لفظ سے تعلیم کا لفظ بنا ہے) اسی لئے پروفیسر واشبرن نے فرد و جماعت دونوں کو فلاح و بہبود کیلئے جمہوریت کی فضاؤں کو سازگار پاکر علم کو جمہوریت ہی کے تعلیمی آئینہ میں پیش کیا ہے۔ یہ بات ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ جمہوریت خود انسان کی اپنی محدود ضروریات کی پیداوار ہے۔

اس لئے ---- ہم نے محدود سے گزر کر اور خود سے بالاتر ہو کر اپنے تصورِ علم کو، جس کا مرکز "اللہ" ہے، سامنے رکھ کر پہلے واشبرن کے تصورِ علم کی خامیوں کی نشاندہی کی اور تعلیماتِ اسلامی کی روشنی میں وضاحت کی تاکہ تم محدود اور لامحدود کے بنیادی فرق کو سمجھ سکو۔ آئندہ خط میں ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اسلام کے تصور کی جامعیت کو عمل سے متعلق کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے تاکہ خوب سمجھ لو کہ اعمالِ صالحہ کی بنیاد دین ہے جو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی لئے ہوئے ہے۔ تم میں اور ان لوگوں میں کتنا عظیم فرق ہے جو صرف دنیا کے گرویدہ اور آخرت سے غافل ہیں اور یہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۰۱ میں سکھائی گئی وہی دعا ہے جو ہم سب کی نمازوں میں روز اور کچھ اضافہ کے ساتھ حج کے ہر طواف میں زبانوں پر بار بار دل کی تڑپ لئے ہوئے آتی ہے

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ کے اضافہ کے ساتھ احادیث میں آتی ہے۔

بات یہ ہے کہ مقصد کیلئے ایک دینِ کامل ہی راہنما ہو سکتا ہے جو فرد و جماعت کی نفسیات (اس

کے اغراض و مقاصد) کو ایک جامع صورت میں پیش کر سکے جو ہر دور میں ساری انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو، جو فرد و جماعت کی اس ذمہ داری کیلئے ایک ''صراط مستقیم'' کا تعین کر سکے۔ اس عظیم ضرورت کو اسلام نے پورا کیا جس کا مرکزی نقطہ وحدت خود خالق کائنات اللہ رب العزت ہے۔ اس نے ہر دور کیلئے تقاضائے زمانہ کے تحت انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعہ تھوڑے تھوڑے حصوں پر مشتمل اپنے پیغام بھیجے اور جس کی تکمیل اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھوں ہوئی۔ اس کو تم تفصیل سے ان خطوط کے حصہ اول میں پڑھ چکے ہو اور جان چکے ہو کہ اس کی کاملیت پر اللہ تعالیٰ کی یہ مہر ثبت ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یہی دین، وہ دین ہے جو محض شعورِ معاشرہ (اور حتیٰ کہ اپنی قوم) تک محدود نہیں بلکہ جس کے آغوش محبت میں ساری انسانیت اور تمام کائنات ہے، یہی معاشرہ کی فلاح و بہبود کی ذمہ داریوں کو پورا کر سکتا ہے۔

اسلام نے فرد و جماعت کی بھلائی، مساوات، حقوق کی پاسبانی سے جانوروں تک کے حقوق بتائے ہیں، سب سے محبت کرنا سکھایا ہے۔ اسلام اجازت نہیں دیتا کہ ایک سایہ دار درخت کی ایک ٹہنی بھی بلاوجہ توڑی جائے، چمن اجاڑا جائے، جانوروں پر ظلم ہو۔ بیشک ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اتباع و پیروی رسول کریم ﷺ کے تحت ہو

ذرا ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ

جس ذوق و شوق سے دیگر اقوام اپنے مقصدِ حیات کو عام کرنے میں مصروف ہیں کیا ہم بھی دنیا و آخرت کی کامیابیوں کی راہیں اسی ذوق و لگن سے استوار کر رہے ہیں؟ اس کیلئے ایک عزم اور حوصلہ کی ضرورت ہے اور ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ ہم احساس کمتری سے نکلیں اور پوری خود اعتمادی کے ساتھ انفرادی اور قومی زندگی میں اپنے کردار کی بلندی، ایثار، راست بازی، خدا پرستی، حق پرستی کے جوہر عام کریں اور علم کی لامحدود وسعتوں کو اپنا کر ساری دنیا میں جہالت و فرعونیت کا مقابلہ کر سکیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے مستحق ہوں کہ اسی کا وعدہ ہے

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (سورہ فتح ۲۹)

"اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے (ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ کیسے ہوگا؟ اس کا ذکر اس سے متصل خط میں پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے تم کو نوازے -- آمین!

والسلام تمہارا دعاگو

بھائی میاں (سید حامد حسن بلگرامی)

(ماخوذ از "تنویر سحر" از ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی)

بقیہ: شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کس ز سرِ عبدہ آگاہ نیست | عبدہ جز سرِ الا اللہ نیست

آیت بالا کا جملہ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ میں ہو کی ضمیر نطق رسول کی طرف لوٹتی ہے جس کا ذکر ما ینطق میں کیا گیا ہے۔ اس آیت میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے کہ نطق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کیا جائے۔ یہاں تو ہر اس بات کو وحی الٰہی قرار دیا گیا جس پر نطق رسول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نطق (تکلم) خالص وحی ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کو قطعاً دخل نہیں ہوتا۔ قرآن نے یہ تصریح اسلئے کی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات وحی ہوتی ہے کیونکہ اگر کسی ایک بات میں بھی یہ شبہ ہو جائے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہش نفس سے بولتا ہے اور اس کا نطق خدا کی وحی سے نہیں ہے تو پھر تو رسالت پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اسلئے قرآن نے یہ واضح کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول و عمل وحی الٰہی ہے اسی آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کی عظمت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ وہ ایک بشر جس پر اللہ کی وحی آتی ہے جس کا بولنا وحی الٰہی قرار پاتا ہے اور ایک وہ بشر جو اس شرف سے محروم ہے دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں

بشر ضرور ہیں پر داخل انام نہیں | شمار دانہ تسبیح میں امام نہیں

(جاری ہے)

گذشتہ سے پیوستہ

نسیما جانبِ بطحا گزر کن

(زیر ترتیب ''رپورتاژ حج و عمرہ'' سے اقتباس)

علاؤالدین عدیم

ماہ رمضان کے دوران مدینہ منورہ میں قیام صرف تین دن تھا اس لئے جو ٹیکسی ڈرائیور ہمیں لایا تھا اس سے کہہ دیا تھا کہ ہفتے کو نمازِ ظہر کے بعد جدہ جانا ہے اس لئے وہ ضرور ٹیکسی سٹینڈ پر آجائے۔ وہ ڈرائیور بہت اچھے مزاج کا تھا گو اردو زبان سے نابلد تھا۔ اس مرتبہ یہ دیکھنے میں آیا کہ تمام کے تمام ٹیکسی ڈرائیور جن سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں واسطہ پڑا عرب ہی تھے۔ غالباً سب پاکستانی ٹیکسی ڈرائیوروں کو یہاں سے نکالا جاچکا ہے۔ جو ڈرائیور ہمیں یہاں لایا وہ مدینہ منورہ ہی کا رہنے والا تھا اور اپنی فراست سے بات آسانی سے سمجھ لیتا تھا اسی لئے ہماری خواہش تھی کہ جدہ کو واپسی ہو تو ہمیں وہی لے جائے۔ وہ اگلی صبح ہمیں زیارات کو لے جانے کیلئے تو آگیا مگر وعدہ کے برعکس ہمارے جدہ روانگی کے موقع پر نہ مل سکا۔

جہاں تک زیارات کا تعلق ہے صرف مسجد قبا اور مسجد قبلتین کو دیکھ بھال اور انتظام کے لحاظ سے بہت عمدہ حالت میں پایا۔ غزوہ احزاب کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے جہاں جہاں حفاظتی چوکیاں مقرر فرمائی تھیں اور وہاں خلافت ترکیہ کے عہد میں چھوٹی چھوٹی تاریخی مساجد تعمیر کردی گئی تھیں ان میں سے دو مساجد بند پائیں اس لئے ہم اندر جا کر نفل ادا نہ کر سکے۔ مسجد فتح ذرا بلندی پر ہے سیڑھیاں چڑھ کر اس میں پہنچنا پڑتا ہے۔ مسجد سلمان رضی اللہ عنہ فارسی بند تھی، یہ نام بھی باہر دیوار پر وال چاکنگ کے انداز میں لکھا ہوا تھا۔ مسجد علی رضی اللہ عنہ جو ایک باغیچہ کے اندر بلند ٹیلہ پر ہے وہ بھی بند تھی۔ گذشتہ بار آئے اور ان مساجد خمسہ میں مسجد ابوبکر کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا تھا کہ زیر تعمیر ہے۔ اس مرتبہ ڈرائیور

سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ بند ہے اس لئے جا کر اسے نہ دیکھ سکے۔ اس کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکی کہ یہ مساجد بند کیوں پڑی تھیں۔ کوئی ایسے آثار بھی نہیں تھے کہ مرمت وغیرہ کا کام ہو رہا ہو شاید سعودی ارباب اختیار کو یہ بھی گوارا نہیں کہ مسلمانان عالم یہاں آ کر نوافل وغیرہ ادا کر سکیں۔

ان مساجد خمسہ سے واپسی ہوئی تو ڈرائیور ہمیں میدان احد کی طرف لے گیا جہاں غزوہ احد کا معرکہ ہوا تھا۔ یہاں ایک گھاٹی پر حضور ﷺ نے تیر اندازوں کا دستہ مقرر کیا تھا۔ حکم تھا اس مورچہ کو نہ چھوڑیں مگر کفار کو شکست ہوتے دیکھ کر انہوں نے یہ مورچہ چھوڑا تو کفار کی طرف سے اس راستہ سے حملہ ہو جانے پر مسلمانوں پر دباؤ بہت بڑھ گیا تھا یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ کے دندان مبارک اس معرکہ میں شہید ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس غزوہ میں شہید ہوئے ان کے مزارات یہاں ہیں جو ایک احاطہ کے اندر ہیں اور باہر ایک بڑا آہنی پھاٹک ہے جہاں کھڑے ہو کر دور سے ان مزارات مبارکہ کو دیکھا جا سکتا ہے اور فاتحہ خوانی کی جا سکتی ہے۔ مکہ اور مدینہ منورہ کی طرح یہ مزارات بھی بے نام ونشان اور زمین بوس ہیں جن کی حد بندی محض پتھر زمین پر رکھ کر کر دی گئی ہے مگر اس مرتبہ ایک نئی چیز یہ دیکھنے میں آئی کہ پھاٹک سے باہر نیلے رنگ کے دو بلند بورڈ نصب تھے جن پر اردو اور انگریزی میں ہدایات ونصائح درج تھیں جن کے ذریعہ سعودی عرب کے نجدی علماء کے شرکیہ عقائد کی توضیح کرتے ہوئے مزارات پر فاتحہ خوانی، ان کو چھونے اور خواتین کی زیارت قبور کی ممانعت کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ لاؤڈ سپیکر پر بھی زائرین کو اردو میں ہدایات دی جا رہی تھیں کہ کسی بھی گھاٹی کے اوپر نہ چڑھیں، کسی پتھر کو ہاتھ نہ لگائیں یا اٹھا کر ساتھ نہ لے جائیں۔

واپسی کیلئے ہم نے طے کر رکھا تھا کہ مدینہ منورہ سے ہی جدہ ائرپورٹ جائیں گے اس لئے ہفتہ کی صبح بوجھل قدموں، اداس دل کے ساتھ لرزاں وحیراں وترساں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ

لے سانس بھی آہستہ کے دربار نبی ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا

درود وسلام کے بعد بزبان حال ان چند اشعار کے ساتھ عرض گزار ہوا

السلام اے بندہ مولا صفات
السلام اے زینت حسن تمام
تیرے ہاتھوں میں دو عالم کی زمام
السلام اے بزم امکان کے امیر
عرش و کرسی تیری رفعت کے اسیر

مدینہ منورہ سے واپسی کی عربی دعا مع ترجمہ میں اپنے ساتھ ایک پرچہ پر لکھ کر لے گیا تھا جو اس موقع پر مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر پیش کی۔ عربی دعا میں نے خود عرض گزاری جبکہ اس کا ترجمہ اپنے رفیقِ سفر یونس قیاسی کو تھما دیا کہ اسے پڑھتے ہوئے پیش کردو۔

وہ دعا یہ تھی الوداع یا رسول اللہ --- الفراق یا نبی اللہ--- الامان یا حبیب اللہ

ترجمہ: الوداع اے رسول اللہ (ﷺ) ہائے جدائی اے نبی اللہ (ﷺ)، الوداع اے محبوب اللہ (ﷺ) اللہ تعالیٰ اس زیارت کو آخری زیارت نہ بنائے، نہ آپ کی ذات نہ آپ ﷺ کی زیارت اور نہ ہی آپ کے سامنے حاضری سے۔ ہمیشہ خیر و عافیت، تندرستی اور سلامتی رہے۔ اگر میں جیتا رہا تو ان شاء اللہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اگر مر گیا تو پھر میں آپ ﷺ کے پاس اپنی گواہی اپنی امانت، اپنا عہد اور اپنا پیمان ہمارے اس روز سے لے کر قیامت تک امانت رکھتا ہوں۔ وہ گواہی یہ ہے کہ اس ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اسی کے بندے اور اسی کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ کا پروردگار پاک اور عزت والا ہے (وہ اس سے مبرا ہے جو کافر) اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ رسولوں پر سلام ہو تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت ضروری ہوگئی'' نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس نے وصال کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی''۔

اس کے بعد میں نے قیاسی صاحب کو اپنے ساتھ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

مزارات پاک کے روبرو کھڑے ہو سلام پیش کروایا اور اس سے فارغ ہوتے ہیں ہم دونوں باب جبرئیل کی طرف سے باہر نکل گئے اور جنت البقیع کا رخ کیا۔ بند پھاٹک سے باہر جہاں ہر طرف آہنی جالیوں سے لگے مرد و خواتین کھڑے تھے ایک خالی جگہ پا کر میں کھڑا ہو گیا اور سلام و فاتحہ پیش کرنے کے بعد سر جھکائے وہیں کھڑا رہ گیا یہ سوچتے ہوئے کہ یہاں اسلام کی کیسی کیسی برگزیدہ ہستیاں زیر زمین آرام فرما ہیں۔ حضرت خاتون جنت، امہات المومنین، امامان معصومین، خلیفہ سوم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مگر سعودی اہل اختیار نے ان پاک ہستیوں کے مزارات کو منہدم کر دیا، انہیں دیکھ دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے آخر مزید وہاں نہ ٹھہر سکا تو سیڑھیوں کے کنارہ بلند چبوترہ پر کھڑے ہو کر سبز گنبد کی طرف رخ پھیر لیا۔

اس مرتبہ جانب مغرب مسجد نبوی ﷺ میں دور تک توسیع کی جا چکی ہے۔ میں سوچنے لگا اسی میدان میں کہیں حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا وہ مکان ہوگا جسے یہ شرف حاصل ہوا تھا کہ حضور ﷺ نے مدینہ پہنچ کر سات ماہ قیام فرمایا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ موجودہ باب جبرئیل سے چند قدم کے فاصلہ پر ہی تھا۔ پھر مسجد نبوی ﷺ سے باہر جانب مشرق نورالدین زنگی کا مزار بھی تو تھا جس نے حضور ﷺ کے مزار اقدس کے گرد زیر زمین سیسہ کی دیوار تعمیر کر کے روضہ اطہر میں نقب لگانے والے یہودیوں کی سازش سے اسے ہمیشہ کیلئے محفوظ کر لیا تھا۔ آج اس کے مزار کا کوئی پتہ نہیں پھر کہاں گیا مسجد نبوی ﷺ کے قریب ہی وہ باغ جو بستانِ فاطمہ کے نام سے مشہور تھا جہاں گرمیوں کے موسم میں حضور ﷺ استراحت فرمایا کرتے تھے اور وہ کنواں جو ''بئر نبی'' کے نام سے جانا جاتا تھا اور اس کا ٹھنڈا میٹھا پانی مدینہ والوں کی پیاس بجھایا کرتا تھا آج یہ سب اہم آثار معدوم ہو کر رہ گئے ہیں۔

(ختم شد)

غزل

محسن احسان

صبا میں تھا نہ دل آویزی بہار میں تھا
وہ اک اشارہ کہ اس چشم وضعدار میں تھا

گزر کچھ اور بھی آہستہ، اے نگار وصال
کہ ایک عمر سے میں تیرے انتظار میں تھا

ہوائے دہر کی زد میں بھی آ کے بجھ نہ سکی
بلا کا حوصلہ اک شمع رہگذار میں تھا

ہم اپنی دھن میں چلے آئے جانب منزل
پلٹ کے دیکھا تو اک کارواں غبار میں تھا

ملا تو پھول کھل اٹھے تھے شاخ مژگاں پر
جدا ہوا تو لہو چشم اشکبار میں تھا

تجھے پکار کے چپ ہو گئے ہیں دیوانے
بس، ایک نعرۂ مستانہ اختیار میں تھا

اب، اک کرن بھی نہیں نیم وا دریچے میں
خوشا وہ دن کہ کوئی میرے انتظار میں تھا

ہوائے کم نگہی نے بجھا دیا، ورنہ
میں وہ چراغ کہ روشن حریم یار میں تھا

تیری نگاہ سے اوجھل سہی مگر محسن
خزاں کا عکس بھی آئینۂ بہار میں تھا

ماحولیاتی آلودگی کیا ہے؟

کرن (ایم ایس سی فائنل)
شعبہ اینوائرمینٹل سائنسز جامعہ پشاور

ماحولیاتی آلودگی سے مراد ماحول میں کسی بھی قسم کی کیمیاوی (chemical)، حیاتی (Physical) اور ظاہری (Biological) تبدیلی جو کہ کسی گندگی یا کسی چیز کی نشوونما کی وجہ سے پیدا ہو ماحولیاتی آلودگی کہلاتی ہے۔

اقسام: آلودگی کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں پانی کی آلودگی اور ہوا کی آلودگی بہت اہم ہیں جبکہ دوسری قسموں میں شور، مٹی، اور دریائی (Marine) آلودگی شامل ہیں۔

اہم ذرائع: ماحولیاتی آلودگی کے بہت سے اہم ذرائع ہیں جن میں گاڑیوں سے نکلتے دھوئیں، کارخانے یا صنعت وحرفت سے اور بچے کھچے گند کو جلانے سے ہوا میں آلودگی پیدا ہوتی ہے۔ ہوا، پانی، مٹی اور خوراک کی کیمیاوی تبدیلی کی وجہ انسان کی زرعی، صنعتی اور معاشرتی سرگرمیاں ہیں۔

آلودگی کے اثرات: ماحول میں آلودگی اور خاص طور پر ہوا کی آلودگی سے فضا میں مختلف گیسیں جیسے Nitrogenoxides (Nox), sulfuroxides(Sox) Hydro carbons(Hc) اور Carbondioxide(CO_2) Particulate mattter جو کہ مختلف ذریعوں سے ہوا میں داخل ہو جاتی ہیں دن بدن ہوا میں آلودگی اور زمین کا درجہ حرارت بڑھا رہی ہیں۔ جس سے مختلف گلوبل اور ماحولیاتی مسئلے پیدا ہو رہے ہیں جن میں گلوبل وارمنگ یعنی دنیا کا درجہ حرارت زیادہ ہونے کی وجہ سے گرم ہونا اور اوزون ڈپلیشن اور گرین ہاوس افیکٹ وغیرہ شامل ہیں۔

گلوبل اِشوز

(۱) اوزون ڈپلیشن: اوزون کیا ہے؟ اوزون فضا کا ایک حصہ ہے یہ stratosphere (فضا

کا دوسرا حصہ) پر واقع ہے، یہ 3atom (O_3) کی شکل میں ہوتی ہے۔ اسکا کام فضا میں اُن تمام نقصان دہ سورج کی شعاعوں کو روکنا ہے جو زمین پر پہنچ کر نقصان پہنچاتی ہیں۔ یہ گیارہ کلومیٹر سے پچاس کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔

Ozone layer جو کہ ایک حفاظتی تہہ ہے اینٹارٹیکا میں ۱۹۸۵ء میں پہلی بار اس حفاظتی تہہ میں تبدیلی دیکھی گئی اور یہ جو کہ ستمبر کے مہینے سے لے کر کچھ مہینوں تک جاری رہتا ہے۔ اسکو Ozone hole کہا گیا ہے یعنی اوزون میں سوراخ۔ یہ چھوٹا سوراخ stratospheric ozone layer میں Arctic پر دیکھا گیا۔

اوزون ڈپلیشن کی وجوہات:

(i) اوزون کو تباہ کرنے میں اہم کردار Chloro flouro carbons(Cfc,s) گیس کا ہے کہ مختلف چیزوں جیسے ائرکنڈیشنرز، ریفریجریٹرز، مختلف کاسمیٹکس اور دوسری چیزوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

(ii) دوسرے اضافی عناصر (compounds) جو کہ اوزون کو تباہ کرتے ہیں اس میں halons بھی شامل ہیں جو کہ آگ بجھانے والی مشین میں ہوتے ہیں۔

(iii) Methyl bromide(CH3Br) جو کہ زمین میں اور فصلوں میں کیڑے مار ادویات کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ chloroform(CH_3ccl_3) (an industrial solvent) اور tetra carbon cholride(ccl_4) جو کہ مختلف صنعتوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مختلف کیڑے مار ادویات اور dyes بھی بنائے جاتے ہیں۔

(iv) Nitrogen oxides(Nox) اس میں nitrogen oxide (No), nitrous oxides (No2) اور nitrogen dioxide (No2) شامل ہیں۔ Nitrogenoxide (No) سب سے زیادہ خطرناک ہے جو کہ پچاس سے ستر فیصد تک اوزون کی تباہی کا ذمہ دار ہے۔

اوزون کی تباہی کے اثرات: اوزون layer کی تباہی کی وجہ سے سورج کی خطرناک شعاعیں

زمین پر پہنچتی ہیں جسکی وجہ سے بہت سے برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

Change in Genetic make up(i):- uvb radiations جو کہ بہت خطرناک ہیں یہ DNA میں تبدیلی پیدا کرتی ہیں جو کہ زندگی کا سب سے اہم جزو ہے۔

Effects the Photosyhthetic process(ii):- ان خطرناک شعاعوں کی وجہ سے بہت سے پودوں پر بُرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں جو کہ فصل کی تباہی کا باعث بنتے ہیں اور اس عمل (photosyntheisis) جس سے پودے اپنی خوراک بناتے ہیں اور جو کہ ایک اہم اور بنیادی عمل ہے اس پر بھی ان شعاعوں کا اثر پڑتا ہے۔

(iii) ان شعاعوں کی وجہ سے جلدی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں سے ۱۹۷۴ء میں Crutzen نے یہ اندازہ لگایا کہ اگر ایک فیصد اوزون کو نقصان پہنچتا ہے تو ایک دو فیصد U-v rediations زمین پر پہنچتی ہیں اور ایک سے دو فیصد اور جلدی بیماریاں جنم لیں گی۔

اسکے علاوہ یہ اور بھی جلدی بیماریاں جیسے sunburn جلد کا وقت سے پہلے mature ہو جانا کیونکہ یہ شعاعیں جلد کے cell structure کو نقصان پہنچاتی ہیں اور آنکھوں کی مختلف بیماریاں جیسے موتیا بند کو جنم دیتی ہیں۔

(iv) موسم میں تبدیلی بھی انہی گیسوں سے رونما ہو رہی ہے جو کہ فضا میں موجود ہیں اور ہوا کو آلودہ کر رہی ہیں اور ان کی وجہ سے بھی دن بدن زمین کا درجہ حرارت زیادہ ہو رہا ہے کیونکہ یہ اوزون کو بھی تباہ کرتی ہیں اور پھر وہ سورج کی شعاعیں جن کو اوزون زمین پر آنے سے روکتی ہے وہ زمین میں داخل ہو کر اس کا درجہ حرارت تیز کرتی ہیں اور مختلف ماحولیاتی مسئلوں کو اُجاگر کرتی ہیں۔ Ice caps اور گلیشرز بھی اس گرم فضا کی وجہ سے پگھلتے ہیں جو کہ مستقبل میں بہت بڑی تباہی کا باعث بن سکتے ہیں۔

اوزون layer کی حفاظت کس طرح کی جاسکتی ہے؟

(۱) اوزون layer کی حفاظت کیلئے ۱۹۷۰ء میں امریکہ میں جو کہ Cfc's سب سے زیادہ استعمال کرتا ہے جو کہ اوزون کی تباہی کا باعث ہے اس پر پابندی عائد کی گئی (Cfc جو کہ مختلف hair sprays اور antiper spirants میں استعمال ہوتی ہے۔ اس پابندی نے جو کہ ایک اچھا قدم تھا اور صحیح جانب اُٹھایا گیا تھا اِس مسئلے کو حل نہ کر سکا۔ اِسکے علاوہ بہت سے کنونشن، کانفرنسیں اور protocals خاص طور پر montreal protocal کی گئی تا کہ Cfc کو پیدا ہونے سے روکا جاسکے۔

مختلف صنعتیں جو کہ Cfc's بناتی ہیں انہوں نے اِس کی بجائے hydro chloro fluro carbons(Hcfc,s) اور hydro fluro carbons(Hfc,s) بنانا اور استعمال کرنا شروع کردیں کیونکہ Hfc اوزون کو تباہ نہیں کرتیں اور جبکہ Hcfc's اوزون کو تباہ تو کرتی ہے مگر Cfc's سے کم۔ اسکے علاوہ اور بھی مختلف اقدامات کیے گئے تا کہ اوزون کو تباہی سے بچایا جاسکے۔

(۲) گرین ہاؤس افیکٹ: یہ ایک ایسا phenomena ہے جس سے مراد ہے زمین کا آہستہ آہستہ گرم ہونا جو کہ مختلف گیسوں کے ہوا میں خارج ہونے سے خاص طور پر co_2 کے خارج ہونے سے ہوتا ہے۔ سائنسدان اس phenomena کو صدیوں سے خاص توجہ دے رہے ہیں۔

وجوہات: CO_2 اور دوسری گیسیں جیسے Cfc,s_2, nitrous oxide(No2), Methane (ch4) انسان کی مختلف سرگرمیوں کی وجہ سے فضا میں جمع ہو جاتی ہیں۔

ذرائع: ان گیسوں کے فضا میں پہنچنے کے بہت سے ذریعے ہیں جیسے تیل کے جلانے سے، گیسولین کے جلانے سے، درختوں کے جلانے سے اور اسی طرح کے اور عمل سے یہ گیسیں ہوا میں خارج ہو جاتی ہیں۔ ان گیسوں کے اخراج کی ایک اور وجہ صنعتوں اور کارخانوں سے مختلف گیسیں جسے Cfc.s, Co.x, No.x کا اخراج ہونا بھی ہے جو کہ پھر فضا میں داخل ہو کر اوزون کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔

گلوبل وارمنگ بھی انہیں گیسوں کے اخراج کی وجہ سے ہورہی ہے جو کہ ہوا میں شامل ہوکر اسکو گرم اور آلودہ کردیتی ہیں یہ گرم ہوا جب فضا سے سمندروں مین داخل ہوتی ہے تو اسکا درجہ حرارت بھی زیادہ کردیتی ہیں جو کہ سمندر میں موجود جانداروں کی زندگی کو بھی اثر انداز کرتی ہے اور جب فضا اور سمندر گرم ہوجاتے ہیں تو پھر اس طرح گلوبل وارمنگ پیدا ہوجاتی ہے۔ جسکو ہم گرین ہاؤس افیکٹ کہتے ہیں۔

گلوبل وارمنگ کے اثرات

(i) سطح سمندر میں اضافہ :- گلوبل وارمنگ کی وجہ سے موسم میں تبدیلی رونما ہورہی ہے اور سیلاب کی وجہ سے سمندری سطحوں میں اضافہ ہورہا ہے چونکہ گرم سمندر کا پانی ہمیشہ پھیلتا ہے یہ سب گلیشیرز پگھلنے کی وجہ سے ہوتا ہے جو کہ پھر سمندر میں داخل ہوکر اسکی سطح کو بلند کرتے ہیں۔

(ii)precipitation patterns میں تبدیلی :- زمین میں موجود مختلف علاقوں میں تازہ پانی کی کوالٹی متاثر ہورہی ہے یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ علاقے جو کم خشک اور خشک ہیں وہاں پر زیادہ پانی کی قلت پائی گئی ہے جو کہ موسم تبدیل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ زیادہ برف باری اور تیز بارش کسی دوسرے علاقے میں سیلاب کا سبب بنتی ہیں۔ طوفان کم اور زیادہ ہوتے رہتے ہیں کیونکہ ان طوفانوں کا سبب موسم کی تبدیلی سے ہوتا ہے۔

(iii) جانداروں پر اثرات :- گلوبل وارمنگ کے بہت سے مضر اثرات ہیں جو کہ جانداروں پر بھی مرتب ہوتے ہیں اسکے بہت سے برے اثرات پودوں پر بھی مرتب ہوتے ہیں کیونکہ جب ماحولیاتی تبدیلی رونما ہوتی ہے تو وہ اپنے آپ کو اسکے مطابق ڈھال نہیں سکتے۔ کچھ جانوروں کی نسل species تو دوسرے علاقوں میں منتقل ہوجاتی ہیں اور یا تو اپنے آپ کو اُس تبدیلی کے مطابق ڈھال دیتے ہیں وہ جانور جو دوسری جگہ منتقل ہوجاتے ہیں اگر اپنے آپ کو وہاں کی تبدیلی کے مطابق ڈھال نہ سکیں تو وہ وہاں زندہ نہیں رہ پاتے اور جو species زندہ رہ جاتی ہیں تو وہ بہت کم ہوتی ہیں لہٰذا اس

Ecosystem میں موجود species بہت زیادہ خطرے میں ہیں ۔ پانی میں درجہ حرارت کے اضافے کی وجہ سے اس میں موجود جانوروں کی زندگی بھی بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے۔

(iv) انسانی صحت پر اثرات:- جیسے جیسے CO_2 کا تناسب فضا میں زیادہ ہوتا ہے تو اسکے نتیجے میں گرمیوں کے مہینوں میں بہت زیادہ heat جمع ہو جاتی ہے جو کہ ہوا کو گرم کر دیتی ہے اور جسکی وجہ سے بہت سے لوگ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کچھ تو زندہ نہیں رہ پاتے۔

گلوبل وارمنگ پر قابو کیسے پایا جا سکتا ہے؟

تین طریقوں سے گلوبل وارمنگ پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

(i) **گلوبل وارمنگ سے بچنے کا طریقہ:-** ہمیں اسطرح کا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے کہ اگر ہم گرین ہاؤس گیسوں کو فضا میں داخل ہونے سے روکا جا سکے جیسے کہ اگر ہم Fossil fuel کی جگہ اگر کوئی اور متبادل رکھ لیں جو کہ اسکا مستقل حل ہے تا کہ کم از کم CO_2 فضا میں نہ خارج ہو سکے جو کہ اس عمل کو جنم دیتی ہے۔ اسکے علاوہ جدید ٹیکنالوجی استعمال کرنی چاہیے کہ جس سے Fossil fuel کے جلنے کے دوران CO_2 کو خارج ہونے سے روکا جا سکے اُن صنعتوں پر ٹیکسز لگائے جائیں جو کہ CO_2 خارج کرتی ہیں۔

(ii) **گلوبل وارمنگ کو کم کرنے کا طریقہ:** زیادہ سے زیادہ درخت لگائے جائیں تا کہ گلوبل وارمنگ کو کم کیا جا سکے۔ فضا میں موجود CO_2 اُن درختوں میں جذب ہو جاتی ہے اور درختوں کے پتوں اور تنوں اور جڑوں میں photosythesis carbon کے عمل سے داخل ہو جاتی ہے۔

(iii) **گلوبل وارمنگ سے نمٹنے کیلئے ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ اس موجودہ صورتحال سے اور بدلتے موسم کی اس تبدیلی سے نمٹا جا سکے۔**

اقبال اور پاکستان

پروفیسر غلام مصطفیٰ، شعبہ سیاسیات جامعہ پشاور

اے طاہر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

علامہ اقبال کے اس معرکۃ الآرا شعر کے ایک مصرعہ پہ اظہار خیال کروں گا جس میں بظاہر تو آزاد فضاؤں میں محو پرواز پرندے سے مخاطب ہو کر اسے پرواز کے اصول بتلائے گئے ہیں لیکن در حقیقت انسان کے لئے زندگی کی ایک بہت بڑی حقیقت منکشف کی گئی ہے۔ علامہ اقبال نے یہ بتایا کہ جس رزق کیلئے بلند فضاؤں میں پرواز کرنے والے پرندے کو اپنی بلند پروازی قربان کرنا پڑے اس سے موت بہتر ہے۔ مسلمانوں کو ایک باوقار اور آبرومندانہ زندگی بسر کرنے کا وہ بنیادی نکتہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ جس پر عمل پیرا ہو کر وہ آزاد قوموں کی صف میں ایک اعلیٰ ترین مقال حاصل کر سکتے ہیں اور اپنا کھویا ہوا وقار پھر سے بحال کر سکتے ہیں۔

علامہ اقبال کا یہ شعر حکمت و دانائی کا وہ ذخار ہے کہ جس کا ہر قطرہ آب نیساں سے بڑھ کر اکسیر ہے۔ یہ دانش و معرفت کا وہ بحر بے کراں ہے۔ کہ جس کا ہر موتی در شہوار اور ہر صدف گوہر نایاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں بیان کی گئی حقیقت کے مکمل ادراک کے لئے اس پر غور کرنا بہت ضروری ہے۔ آپ جتنا اس پر غور کریں گے ہر گھڑی نئے مطالب کھلتے چلے جائیں گے۔

اقبال کے اس شعر میں ہمارے لئے

سبق ہے: اپنی آزادی و خوداری کو برقرار رکھنے کا

درس ہے: اپنی غیرت و حمیت کو ہر گھڑی زندہ رکھنے کا

مشورہ ہے۔ ہر قیمت پر اپنی عزت وقار کو قائم رکھنے کا

اشارہ ہے: حریت فکر و عمل پر پوری طرح کار بند رہنے کا

ترغیب ہے: ایک باوقار آبرومندانہ زندگی گزارنے کی

تحریص ہے: آزاد لوگوں کی صفوں میں شامل ہونے کی

نظریہ ہے: خودی اور خودشناسی کا

طریقہ ہے: آزادمنشی اور آزادروی کا

سلیقہ ہے: خوداعتمادی وخودانحصاری کا

ڈراوا ہے: اپنی عزت وناموس کا سودا نہ کرنے کا

بلاوہ ہے: سرفرازی وسربلندی کے اسرار ورموز جاننے کا

اور سندیسہ ہے: اپنے اصولوں اور آدرشوں کو ہر حال میں بلند رکھنے کا

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جب بھی کسی قوم نے دوسری قوم کی غربت وافلاس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے غلام بنانے کی کوشش کی اور اسے اپنے ٹکڑوں پر پلنے پر مجبور کیا تو اس قوم نے علم بغاوت بلند کر کے جبر واستحصال کو یا تو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا یا پھر موت کو گلے لگانے کا آبرومندانہ راستہ اختیار کیا مگر اپنے قومی وقار کا سودا ہرگز نہ کیا۔

غیرت جبرئیل آجاتی ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

یونانی جبر واستحصال کے ساتھ اہل سپارٹا کی بغاوت سے لیکر سامراجی استعمار کے خلاف اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں تک یہی عنصر کارفرما ہے۔ جن قوموں نے دوسروں کے سامنے جھکنے کی بجائے انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے اور سر اُٹھا کر چلنے کو ترجیح دی آخرکار جیت اُنہی کی ہوئی۔

تاریخ ایسی شخصیات کے ناموں سے بھری پڑی ہے کہ منصب کا لالچ اور دولت کے ڈھیر بھی اُنہیں اپنی منزل کی سمت پرواز سے نہ ہٹا سکے۔ یا تو وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے یا بڑی شان سے موت کو گلے لگا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے۔ موسیٰ بن ابی غصبان، جلال الدین محمد خوارزم شاہ، ٹیپو سلطان، جنرل بخت خان، ادریس سنوسی، عمر مختار، جمال الدین افغانی، مصطفیٰ کمال پاشا، اور قائد

اعظم محمد علی جناح کے نام اسے سلسلے کی درخشندہ مثالیں ہیں اور ان تمام مثالوں سے بالاترین مثال حضور ﷺ کی ہے کہ جنہیں قریش کی طرف سے بے پناہ مال و دولت کا لالچ بھی حق کا سفر جاری رکھنے سے روکنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ ابتدا ہی سے بڑی طاقتوں نے اسے اپنے مخصوص مفادات کے حصول کا ذریعہ بنانے کے لئے اس کا استحصال کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ جب ہم نے توانائی کے بحران پر قابو پانے کے لئے اپنا پرامن ایٹمی پروگرام شروع کیا تو اُنکی سرگرمیوں میں اور تیزی آگئی باوجود اس کے کہ پاکستان کی طرف سے اُنہیں کئی مرتبہ اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی کہ یہ پروگرام خالصتاً پر امن مقاصد کیلئے ہے اُنہوں نے اپنی ہٹ دھرمی نہیں چھوڑی۔

قارئین گرامی، آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی بجائے دوسروں کے سہارے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ زندہ قوم کی طرح اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی بجائے دوسروں کے وسائل پر زندہ رہنے کی اُمید باندھتے ہیں۔ خود کوششیں کرنے کی بجائے دوسروں کی طرف دیکھنا پسند کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں ضروریات زندگی مہیا کریں۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

شاہین اپنا شکار خود مار کر کھاتا ہے دوسروں کے بچے کھچے پر گزارہ نہیں کرتا۔ اگر ہمیں باعزت زندگی گزارنا ہے تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہوگا۔ قومی غیرت و حمیت کو اُجاگر کرنا ہوگا۔ غیر ملکی امداد کے سہارے زندہ رہنے کی عادت ترک کرنا ہوگی۔ بلکہ عیش و عشرت اور فضول خرچی کی راہ چھوڑ کر سادگی اور کفایت شعاری کو اپنانا ہوگا۔ الغرض پوری زندگی میں انقلاب لانا ہوگا لیکن اس کیلئے شرط یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں ترقی کرنے کا جذبہ پوری طرح موجزن ہو کیونکہ

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

غزل

خلیل الرحمٰن اعظمی

نشۂ مے کے سوا کتنے نشے اور بھی ہیں
کچھ بہانے مرے جینے کے لئے اور بھی ہیں

ٹھنڈی ٹھنڈی سی، مگر غم سے ہے بھرپور ہوا
کئی بادل مری آنکھوں سے پرے اور بھی ہیں

عشق رسوا! ترے ہر داغ فروزاں کی قسم
میرے سینے میں کئی زخم ہرے اور بھی ہیں

زندگی آج تلک جیسے گزاری ہے، نہ پوچھ
زندگی ہے تو ابھی کتنے مزے اور بھی ہیں

ہجر تو ہجر تھا، اب دیکھئے کیا بیتے گی
اس کی قربت میں کئی درد نئے اور بھی ہیں

رات تو خیر کسی طرح سے کٹ جائے گی
رات کے بعد کئی کوس کڑے اور بھی ہیں

غم دوراں! مرے بازوئے شکستہ سے نہ کھیل
مشغلے میری جوانی کے لئے اور بھی ہیں

وادئ غم میں مجھے دیر تک آواز نہ دے
وادئ غم کے سوا میرے پتے اور بھی ہیں

مکتوبِ حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ

حضرت قبلہ سیدی و مولائی جناب پیر محمد امیر شاہ صاحب القادری گیلانی مدظلہ

السلام علیکم ورحمت اللہ، کئی ہفتوں کی خاموشی کے بعد آج آپ کے الحسن نے دل خوش کر دیا۔ یہ آپ کا خوبصورت سلام ہے، محبت بھرا پیغام ہے اور شفقت کا ہاتھ ہے۔ ''دس سالہ اشاریہ'' کیا شائع کیا ایک خیابان ہے جس کے مہکتے ہوئے پھول سامنے آ گئے سبحان اللہ رب العالمین۔ میری طرف سے ہدیہ تبریک قبول فرمائیے۔

میں سارا رمضان دربار حبیب میں رہا، سترہ تاریخ کو واپس آیا۔ آپ کی یادوں نے مجھے وہاں بھی خوش کام کیا۔ آپ کی علمی خدمات پر ایک نظر ڈالی پھر بارگاہ رسول میں مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر آپ کا سلام عرض کیا

ترحم یا نبی اللہ ترحم

اللہ آپ کو صحت دے، خوش وخرم رکھے، احباب کو سلام

والسلام

اقبال احمد فاروقی

مکتوبِ حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری

(مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، خطیب جامع مسجد ظفریہ مریدکے)

زینت سادات حضرت صاحبزادہ سید غلام الحسنین قادری گیلانی دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

پندرہ روزہ مؤقر جریدہ ومجلہ ''الحسن'' کا نہایت خوبصورت دس سالہ اشاریہ نمبر باصرہ افروز ہوا۔ ازیں قبل ماہ ربیع الثانی کے تین شمارے اور آپ کا محبت نامہ وصول پایا مگر جواب لکھنے کی سہو کے باعث نوبت نہ آئی، باوجود اس کوتاہی کے آپ نے ممنون احسان فرمایا

بر کریماں کارہا دشوار نیست

آپ نے سادات عالیہ کی کریمی کو بروئے عمل لاتے ہوئے کرم بالائے کرم فرمایا اور ''اشاریہ نمبر'' جو ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے عنایت فرمایا۔ میرے پاس شکریہ ادا کرنے کیلئے الفاظ نہیں، پھر بھی عرض گزار ہوں کہ آپ ہزار ہا شکریہ کے مستحق ہیں۔

دس سالہ اشاریہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے تحریراً ناقابل فراموش کارہائے عظیمہ سرانجام دیئے ہیں۔ خلفائے راشدین اور دیگر اہم شخصیات

کاملہ پر ضخیم ترین نمبروں کی قطار سجا دی ہے۔ صدہا عنوانات پر نوع بہ نوع مقالات دس سالہ مساعیٔ جمیلہ کا بیّن ثبوت ہے۔ اگر ہر سالہ ''الحسن'' کے ریکارڈ سے ایک ایک موضوع کی مختلف تحریروں کو جمع کیا جائے تو کتنی کتابیں منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہو سکتی ہیں۔ عدیم الفرصتی کے باعث آپ کی فرمائش پوری نہ کر سکا، ان شاء اللہ کوشش کروں گا دو تین ماہ بعد مضمون پیش کر سکوں۔

جملہ ارکانِ ادارہ کی خدمت میں دس سالہ ''اشاریہ نمبر'' کی خصوصی اشاعت پر ہدیہ تبریک و تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اجازت چاہتا ہوں

والسلام مع الاکرام

خیر اندیش

تابش قصوری، مریدکے، لاہور

۲۸ دسمبر ۲۰۰۲ء

مکتوب پروفیسر سید اشرف بخاری

عزیز گرامی! دعائے اقبال

''الحسن'' کا حاضر شمارہ نظر نواز ہوا۔ اس عنایت اور کرمفرمائی کیلئے بطور خاص ممنون ہوں!

مجھے علم نہ تھا کہ الحسن کا دورِ موجودہ سے پہلے بھی ایک اشاعتی دور گزر چکا ہے۔ بہر حال موجودہ شمارے کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یہ تو علم وادب اور مذہب وتصوف کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے۔ بیک وقت اتنے نامور لکھنے والوں کو آپ نے اکٹھا کر دیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس ارمغان علمی کی اشاعت پر میری طرف سے مبارکباد قبول فرمایئے۔

حضرت قبلہ آغہ مولوی جی صاحب قبلہ کو سلام نیاز کہیے اور میرے لئے بطور خاص دعا کی گزارش بھی کیجئے۔

دعاؤں کے ساتھ

والسلام

خاکسار

اشرف بخاری

مکتوبِ شاعرِ بے نظیر محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری

مکرمی شاہ صاحب

السلام علیکم، مزاج شریف

''الحسن'' کا خصوصی شمارہ (دس سالہ اشاریہ) فرحت افزا ہوا۔ یہ غایت معلومات افزا و آگہی افروز ہے اور ''الحسن'' کے اس شاندار کردار کا عکسِ جمیل ہے جو گذشتہ عشرے میں اس نے علم و عرفان کی روشنی پھیلانے میں بڑی ثابت قدمی سے ادا کیا ہے۔ دعا گو ہوں کہ یہ چراغِ دانش و معرفت تادیر بزم عالم کو اپنی روشنی سے مستنیر کرتا رہے--- آمین

حضرت قبلہ سید امیر شاہ قادری مد فیوضہ کی خدمت عالی میں میری طرف سے سلام عرض کر دیں، ان کی خدمت میں، ادارہ ''الحسن'' کے عالی مقام اراکین و معاونین کی خدمت میں ہدیہ تہنیت و تسلیم عرض کرتا ہوں۔

بہ آسانی ہو سکے تو حضرت حافظ سید زمان شاہ قادری علیہ الرحمہ کی داستان حیات کی ایک کاپی ارسال فرمائیں، ولی ممنون ہوں گا۔

والسلام

ناچیز

محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری

حسن ابدال

قطعاتِ تاریخ (سالِ اشاعت)

شاعر بے نظیر محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

صفحات ۲۸۰ --- بہ الفاظ

"جمال، منبع حق" "گلزارِ حبیب"

"جد وجہد صادقین" "حدیقہ علم وادب"

سالِ اشاعت: ۱۴۲۳ھ --- بہ الفاظ

"زیب باغ عرفان" "قلزمِ فیضانِ قادر"

سالِ اشاعت: ۲۰۰۲ء --- بہ الفاظ

"راہ فیوض مردانِ خدا" "باغ حسن وحکمت وعرفان"

(۱)

معارف کا خزینہ "الحسن" ہے
یقیناً آں جہانِ فیضِ اسلام

وجودِ با سعادت اس کا لاریب
بہارِ گلستانِ فیضِ اسلام

پیامی خوبی دین نبی کا
یہ ہے مژدہ رسانِ فیضِ اسلام

مسلسل ایک عشرے سے ہے کیا خوب
قسیم نور شان فیضِ اسلام

مسرت سے کہی طارق نے تاریخ
یہ با عظمت "نشانِ فیضِ اسلام"

۱۴۲۳ھ

(۲)

پسندیدہ خدائے پاک کو ہے
جو ہے بے لوث خدمت، کارِ اخلاص
قسیمِ علم و حکمت یہ جریدہ
نقیبِ حق، علم بردارِ اخلاص
یہ ہے سید حسن کا پرتو فیض
ہے جن کا آستانہ وارِ اخلاص
رکھا قائم یقیناً "الحسن" نے
بہ صد عزم و یقیں معیارِ اخلاص
گئے بیت اس کدو کاوش میں دس سال
تعالیٰ اللہ، یہ کردارِ اخلاص
ہوس کے حرص کے ظلمت کدوں میں
یہ ہے نور آفریں مینارِ اخلاص
دعا گو ہوں، رہے دائم سلامت
بہ ہر طوفان یہ کہسارِ اخلاص
اشاعت کے ہوئے دس سال پورے
صدائے حق ہے یہ "گفتارِ اخلاص"

۱۴۲۳ھ

الحسن کی دینی خدمات

محمد ایوب جانی

شہر پشاور جسے تاریخ کی قدیم کتابوں میں ''مدینۃ الاولیاء'' یعنی اللہ والوں کا شہر کہا گیا ہے اس شہر مخادیم کو اپنے وجود مسعود سے مشرف و منور کرنے والے اللہ کے پیاروں نے جہاں جہاں جہاد بالنفس اور جہاد بالسیف سے مخلوق خدا کے دل جھکائے وہاں ان نفوسِ قدسیہ نے جہاد بالقلم کے ذریعہ قیامت تک آنے والے لاتعداد گم گشتگان راہ کی ہدایت و نصیحت کا سامان بھی کیا۔ اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ انہوں نے ہر دور میں وعظ باللسان کے ساتھ قلم کی قلمرو میں بھی اپنی دھاک بٹھائے رکھی۔ تا ابد جاری رہنے والا یہی قافلہ اصفیاء جب بیسویں صدی عیسوی میں پہنچا تو اسے حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری دامت برکاتہم القدسیہ جیسی ہشت پہلو شخصیت کی سنگت نصیب ہوئی جن کے علم و حلم، تفکر و تدبر، بصارت و بصیرت اور اخلاق و کردار نے ایک عالم کو مسحور کیے ہوا ہے۔ جو جس محفل میں ہوتے ہیں گویا ''بوئے گل نالہ دل دود چراغ محفل'' کا مصداق ہوتے ہیں۔

حضرت علامہ موصوف نے جہاں علم و عمل کی دنیا میں بھرپور زندگی گزاری ہے وہاں آپ کی صحافتی خدمات تاریخ کا ایک الگ روشن باب ہے۔ حضرت علامہ موصوف کی زیر ادارت شائع ہونے والا رسالہ ''الحسن'' گزشتہ تقریباً پانچ عشروں سے ارباب علم و ادب کے ذوقِ سلیم سے داد وصول کر رہا ہے۔ اگرچہ بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ علمی و ادبی جریدہ کافی عرصہ کیلئے قارئین کو دستیاب نہ ہو سکا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کے مدیر اعلیٰ کے علم و فضل کی بدولت ہمیشہ قارئین سے داد تحسین کا مستحق ٹھہرا ہے۔ جنوری ۱۹۵۵ء تا حال اس مرجع ادب نے تین ادوار میں قارئین کی عملی تربیت کا اہتمام کیا۔ اولاً جنوری ۱۹۵۵ء تا اکتوبر ۱۹۵۵ء دس مہینے ماہنامہ ''الحسن'' فقط پچاس تا اٹھاون صفحات پر محیط ہوا کرتا تھا۔ ثانیاً مارچ ۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۵ء۔ اس ماہنامہ کا اجراء اسی عنوان (title) سے پندرہ روزہ روزہ کی حیثیت سے ہوا جبکہ ثالثاً ۱۹۹۲ء تا حال پندرہ روزہ ''الحسن'' کی ضیاء باریاں قارئین کے قلوب و

اذہان کو منور و تاباں کر رہی ہیں۔

اس رسالے کی بے شمار خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ نامساعد حالات کے باوجود روز اول ہی سے ایک ہی عنوان (title) اور ایک ہی شخصیت کی زیرِ ادارت شائع ہوتا رہا ہے۔ یقیناً ایک ایماندار اور زردہوں سے بے نیاز صحافی کی یہی پہچان ہے۔ اس علمی و روحانی جریدے کو کبھی بھی سرکاری و غیر سرکاری اشتہارات کا نہیں بلکہ رب کی ذات کا سہارا رہا ہے۔ اس کی سرپرستی کوئی ریاستی سرکار نہیں کرتی بلکہ سرکار بغدادؒ فرمارہے ہیں۔ اس کی پیشانی پر حضرت سید حسن بادشاہؒ کا نام نامی اسم سامی اس جریدے پر اللہ کے اس عظیم ولی کے فیضان نظر کا غماز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پشاور کے اس پہلے دینی جریدے کے ساتھ روز اول ہی سے پاکستان بھر کے صاحبان علم و بصیرت نے اپنی وابستگی کو اپنے لئے اعزاز سمجھا ہے۔ پندرہ روزہ ''الحسن'' کی چند اہم کاوشوں میں تفسیر القرآن الحسنیہ از مدیر اعلیٰ، انوار علی از مدیر اعلیٰ، شہ لولاک مشاہیر کی نظر میں از صوفی مشتاق احمد صدیقی، شذرات از مدیر اعلیٰ و اقبال ریاض، کتب پر تبصرے از سید محمد انور شاہ و علاؤ الدین عدیم اور استفتاء حنفی قابل ذکر ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ''الحسن'' کی اشاعت کا عہد ثالث گزشتہ ادوار کی نسبت جہاں طویل اور مسلسل ہے وہاں دل پذیر اور پرکشش بھی ہے۔ اس عہد میں مدیر اعلیٰ ''الحسن'' ہی کی زیر سرپرستی ''شاہ محمد غوث اکیڈیمی'' قائم کر کے ''آلحسن'' کو اس اکیڈیمی کے زیر سرپرستی کر دیا گیا جبکہ اس اکیڈیمی کے زیر انتظام مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کی کئی معرکتہ الآراء تصانیف بھی شائع ہوئی ہیں۔ اسی عہد میں پندرہ روزہ ''الحسن'' کو معلومات سے لبریز چودہ نمبر شائع کرنے کا بھی اعزاز حاصل ہوا جن کے عنوانات کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی نمبر، غوث اعظم نمبر (۱۹۹۳)، جمعیت سادات کنونشن نمبر، حضرت آقا پیر جان نمبر، محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی نمبر، غوث اعظم نمبر (۱۹۹۷ء)، ''حیات حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی نمبر'' سید الشہداء نمبر، عمامہ نمبر، ذوالنورین نمبر، غوث اعظم نمبر (۱۹۹۹ء)، صدیق اکبر نمبر، فاروق اعظم نمبر، امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ

نمبر، علاوہ ازیں پندرہ روزہ ''الحسن'' کے انتہائی اہم قلمی معاون مصنف و محقق جناب سید محمد انور شاہ صاحب قادری نے نومبر ۱۹۹۲ء کے دو شماروں میں ماہنامہ ''الحسن'' کے اولین دس شماروں (جنوری تا اکتوبر ۱۹۹۵ء) کا اشاریہ مرتب کیا تھا جبکہ اب کے یعنی یکم اگست تا ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے یکجا شمارہ جات بہ عنوان ''دس سالہ اشاریہ ۱۹۹۲ء تا ۲۰۰۲ء'' مرتب کر کے تو جناب سید محمد انور شاہ صاحب اور ان کی ٹیم نے کمال ہی کر دیا ہے۔ جس کے لئے یقیناً وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

پندرہ روزہ ''الحسن'' کا حالیہ ۲۸۰ صفحات پر مشتمل دس سالہ اشاریہ انتہائی عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے تاہم چند ایک مقامات پر پروف ریڈنگ کی غلطیاں اس اہم کارنامہ کے اعتراف میں نظر انداز کر دینے کے قابل ہیں۔ اس اشاریہ کی ترتیب نے محققین کیلئے انتہائی آسانی پیدا کر دی ہے۔ اشاریہ دو حصوں پر مشتمل یہ پہلا حصہ موضوعاتی جبکہ دوسرا مصنفین کے حوالے کے ساتھ ہے۔ صفحہ اول اور پشت پر ''الحسن'' کی شاندار قلمی خدمات کے اعتراف میں لکھے گئے اشعار بھی یقیناً قابل داد ہیں۔

دین اسلام کی اصل روح کے احیاء کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ اس جریدے کا اجراء یوں ہی رہے۔ اس جریدے کی مالی و قلمی اعانت ارباب دانش پر فرض ہے۔ اتنے اصلاحی جریدے کی مزید اصلاح کے حوالے سے کچھ کہنا بجا نہ ہوگا بلکہ اس کے باقاعدہ مطالعہ سے اپنی اصلاح یقینی ہے۔ البتہ صفحہ اول کو پہلے کی طرح استوار کرنے سے یعنی مجلس ادارت و مشاورت میں شامل مدیرین اور مشیر قانون کے اسماء گرامی تحریر کرنے سے جریدے کے وقار میں مزید اضافہ ہوگا۔

(بشکریہ روزنامہ ''مشرق'' پشاور)

تبصرہ بر ''دس سالہ اشاریہ''

علاؤالدین عدیم

''الحسن'' شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ ہے جو یہاں کی ایک عالی مرتبت روحانی شخصیت حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ قادری گیلانی (المعروف بہ میراں بادشاہ) کی یاد میں مولانا سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی کی زیر ادارت گزشتہ کئی سال سے شائع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس کا دس سالہ خصوصی نمبر پیش نظر ہے۔ اس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں گزشتہ دس سال کے عرصہ میں ''الحسن'' میں چھپنے والے مضامین کا ایک مکمل اشاریہ بھی شائع کر دیا گیا ہے جو تحقیقی کام کرنے والوں کیلئے انتہائی کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔

حصہ اول میں موضوعات کو حروف ابجد کی ترتیب سے لیا گیا ہے جبکہ دوسرے حصہ میں مصنفین کے ناموں کا اندراج سابق چیئرمین شعبہ لائبریری سائنس جامعہ کراچی ڈاکٹر انیس خورشید کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ تازہ شمارہ کے اداریہ میں فاضل مدیر اعلیٰ رقمطراز ہیں کہ

''الحسن نے ہمارے اسلاف پاکباز کی روایت اور میراث کو نئی نسلوں تک پہنچانے کیلئے وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دس سال پہلے جو سفر شروع کیا تھا اس پر بخوبی گامزن ہے --- الحسن نے ادبی، مذہبی، ثقافتی، تمدنی، سیاسی اور ان سے بالاتر حضور نبی کریم ﷺ کی سنت کریمانہ کو عام فہم اور ہر قاری کیلئے اس کے ذہن اور سماجی پس منظر کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی ہے --- اس میں کوئی شک نہیں کہ الحسن علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم تصوف اور دیگر علوم اسلامیہ میں اپنا ایک خاص معیار برقرار رکھے ہوئے ہے''

اس کے بلند پایہ علمی و ادبی مضامین کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ پشاور یونیورسٹی کے شعبہ صحافت کے تین طلبہ نے اپنے تحقیقی مقالات برائے سند ایم صحافت کے سلسلہ میں بھی اسی مجلہ کو اپنا موضوع بنایا۔ (بشکریہ روزنامہ ''آج'' پشاور)